عمران سیریز نمبر 40

دلچسپ حادثہ

پہلا حصہ

* * *

کوئی نہیں جانتا کہ کب اس کے ستارے گردش میں آجائیں! جوزف کے بیان کے مطابق عمران نے بس یونہی بیٹھے بٹھائے وہ مصیبت اپنے سر مول لی تھی اور نہ کہاں عمران اور کہاں مسز پھٹاکیا...!

مسز پھٹاکیا کم از کم پچاس کے لگ بھگ رہی ہوگی! پکا جامنی رنگ تھا! آنکھیں پھولی اور دھندلی تھیں! پستہ قد تھی۔ مگر وزن ڈھائی تین من سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔

عمران کی پڑوسن تھی...!

جوزف کا بیان ہے کہ وہ اپنے فلیٹ سے نکلی تھی اور اس کے ہاتھ میں لوہے کے پائپ کا دو فٹ لمبا ایک ٹکڑا تھا۔ اور وہ شاید جلدی میں کہیں جا رہی تھی۔ عمران باہر سے آیا تھا۔ برآمدے میں دونوں کا سامنا ہوا۔ عمران نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

مسز پھٹاکیا بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹی! حیرت کی بات تھی۔ سالہا سال سے پڑوسی ہونے کے باوجود آج تک دونوں کے درمیان کبھی رسمی قسم کی گفتگو بھی نہیں ہوئی تھی چہ جائیکہ اس طرح بے تکلفانہ انداز میں راستہ روک کر کھڑے ہو جانا۔

"آج میں جواب سننا چاہتا ہوں ڈارلنگ۔!" عمران نے کہا۔

اور مسز پھٹاکیا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ سنبھل کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا بکتا...!"

"وہ بکتا جو میرے دل کی پکار ہے...!" عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈی سانس لی اور

چاروں طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "ہم سے LOVE کرنا مانگتا کہ نہیں۔"

"سو... ور... کا... بچہ!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی اور لوہے کے پائپ والا اپنا چھاتا گھمایا

کھٹاک... عمران کی آنکھوں میں تارے غوطے کھانے لگے۔

وار بھرپور تھا۔ سر سے خون کی چادر چہرے پر آگئی اور اس کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ مسز پنٹاکیا پوری قوت سے چیخے جارہی تھی اتنی دیر میں برآمدہ تماشائیوں سے بھر گیا۔

عمران اس طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے کسی بات کی داد دے رہا ہو۔ جوزف آہستہ آہستہ ہل رہا تھا... اور مسز پنٹاکیا حلق پھاڑ کر چلا رہی تھی۔ "سو... ور... کا... بچہ... چھیڑتا ہے...!"

جوزف کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے... کبھی دوڑ کر عمران کی طرف جاتا اور کبھی مسز پنٹاکیا کی طرف... پھر وہ [illegible] انداز میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتا اور پھر بے بسی سے مجمع کی طرف دیکھنے لگتا [illegible] ہو کر رہ گیا تھا۔

اگر اس نے عمران کی حرکت اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی ہوتی تو یقینی طور پر مسز پنٹاکیا کو زندہ دفن کر دیتا لیکن... لیکن صورت میں... آ...

کچھ دیر بعد عمران فرش پر ڈھیر نظر آیا۔

جوزف نے اسے ہلایا جلایا... آوازیں دیں... لیکن جواب ندارد!

مسز پنٹاکیا کو لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ وہ ایک پرائیویٹ شفاخانے میں مڈوائف تھی لیکن عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ اس کا اصل بزنس گناہوں کی پردہ پوشی ہے اور وہ اس میں خاصی کمائی کر لیتی ہے۔

عمران احمق مشہور تھا لیکن اس بات پر کسی کو بھی یقین نہ آسکا کہ اس سے کسی بوڑھی اور بدشکل عورت کو چھیڑنے کی حماقت سرزد ہوئی ہو گی۔

"کوئی دوسرا ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔" چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ "عورت بکواس کر رہی ہے... بھلا یہ اسے چھیڑے گا... بھیا کی باتیں...!

مسز پنٹاکیا اسی طرح چنگھاڑتی ہوئی اپنے فلیٹ کی طرف مڑ گئی لیکن وہ خوفزدہ تھی! شاید سوچ رہی تھی کہ اس کے بیان پر کسی کو بھی یقین نہ آئے گا۔ مگر وہ اس کا سر تو پھاڑ ہی چکی تھی اور

www.urdufanz.com

وہ بیہوش پڑا تھا۔۔۔ پھر ممکن ہے یہ بھی سوچا ہو کہ پڑوسی بھی اس سے خوش نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔۔۔!

بہر حال وہ اپنا فلیٹ مقفل کر کے اندر بیٹھ رہی اور ادھر کسی ایسے آدمی نے جو اس سے بہت زیادہ جلا بیٹھا تھا پولیس اسٹیشن فون کر دیا۔

عمران کا چہرہ خون سے تر تھا اور فرش پر بھی کافی حصہ اس خون سے چھپا ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ختم ہی ہو چکا ہو۔۔۔ منظر ہی ایسا تھا کہ سمجھا گیا کہ کوئی دشمن اس بیہوشی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لہذا کیس کو پہلی ہی نظر میں سنگین بنانے کے لیے اس نے یہ قصہ ڈالا تھا کہ پولیس کے پہنچنے سے پہلے عمران کو وہاں سے ہٹایا نہ جا سکے۔۔۔ معمولی بات تھی۔۔۔ جوزف کو باتوں میں الجھا لیا جاتا۔۔۔

پھر ہوا۔ جوزف شاید زندگی میں پہلی بار ہکلا ہکلا کر جھوٹ بول رہا تھا لیکن یہ مسز جرا سا بات۔۔۔ یہ عورت آیا۔۔۔ اور باس کو بولا۔۔۔ تم عاشق مزاج ہے۔ یا خدا۔۔۔ باس منہ چلا دیا۔۔۔ عورت پھر گالی دیا اور باس بھی گرم ہوتا۔۔۔ پھر وہ گلاس کا جگ سر پر مار دیا۔۔۔!"

لوگوں کو اس کہانی پر سو فیصد یقین آگیا تھا۔ پولیس آئی۔۔۔ جوزف کا بیان ہوا۔۔۔ مسز پشاگیا چیختی ہی رہ گئی لیکن کون سنتا! سارے پڑوسی عمران ہی کی طرف داری پر آمادہ تھے۔

عمران بیہوش ہی پڑا رہا۔ مسز پشاکیا حوالات پہنچا دی گئی لیکن جوزف کا برا حال تھا! ایک طرف عمران کی طویل بیہوشی تشویش کا باعث تھی اور دوسری طرف یہ خیال مارے ڈال رہا تھا کہ خواہ مخواہ ایک ایسی عورت حوالات پہنچ گئی جسے سچ مچ چھیڑا گیا تھا۔۔۔!

اس نے سینے پر کراس بنایا اور گڑگڑانے لگا۔

"او خدا۔۔۔ تو نے دیکھی ہے۔۔۔ میری مجبوری۔۔۔ اگر جھوٹ نہ بولتا تو لوگ باس پر تھوکتے۔۔۔ باس کا دماغ کیوں چل گیا تھا۔۔۔ یہ تو ہی بہتر جانتا ہے۔۔۔ تو نے ہی چلایا تھا تو ہی جانے۔۔۔ میں کیا کر سکتا ہوں فادر۔۔۔ تو نے ہی باس کو بھی بنایا ہے۔۔۔ مجھے بھی بنایا ہے اور اس حرامزادی کو بھی۔۔۔ مجھے معاف کر دے۔ سب کو معاف کر دے۔"

عمران بیہوشی ہی کی حالت میں ہسپتال پہنچا دیا گیا۔

بات کسی نہ کسی طرح جولیانا فٹزواٹر تک بھی جا پہنچی۔۔۔ اس واقعہ کو چھ گھنٹے گزر چکے تھے

...لیکن عمران کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ جوزف سول اسپتال کے جنرل وارڈ کے قریب سے گزر تھا۔ اسے اکڑوں بیٹھا نظر آیا۔ اسے عمران کے بستر کے پاس سے زبردستی ہٹا کر باہر نکال دیا گیا تھا۔

جولیانا فٹز واٹر کو دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کراہ کر اٹھ گیا۔

"اوہ... مسی۔" وہ کانپتا ہوا بولا۔ "توبہ کرو... گناہوں کی معافی چاہو۔ قیامت کا دن قریب ہے۔ آسمانی باپ سب کو معاف کر دے... آمین!"

پھر اس نے سینے پر کراس بنایا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

جولیا بوکھلا گئی... ابھی شاید عمران بھی [illegible]

"کیا بک رہے ہو...؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر میں یہ کہوں مسی کہ تم نے میری مرغی چرائی ہے تو تم پر کیا گزرے گی؟"

"کیا یہ ساتویں بوتل بول رہی ہے؟" جولیا جھلا گئی۔ اسے صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا تھا کہ کسی نے عمران کا سر پھاڑ دیا ہے اور وہ سول ہسپتال میں ہے۔ تفصیل کا علم نہیں تھا۔

"بوتل... بوتل کا ہوش کس کو ہے مسی! اور مجھ سے نہیں بولا جاتا... لیکن [illegible] اگر آٹھویں کے بعد مجھے بھی ہوش نہ آیا تو میں بھی اپنا سر پھاڑ لوں گا۔"

جولیا اسے غصیلی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم آخر کس بات کا گناہ کر رہے ہو... جب اس کا تجزیہ سے دے سکو گے۔ پہلے وہی بتا دو تاکہ مجھے آسانی ہو۔"

جوزف کا منہ کھل گیا... اس نے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں، پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میری عقل خبط ہو گئی ہے مسی۔ میں کیا تدبیر بتا سکوں گا۔"

"وہ کیسے زخمی ہوا تھا؟" جولیا نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"سر پھٹا گیا..." جوزف نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس سے کیا بتائے۔ جھوٹ بولے یا سچی بات کہہ دے۔ پھر اس نے دل ہی دل میں کہا۔ "اے خدا جھوٹ تو بول ہی چکا ہوں لہٰذا اب سچ بولنے میں کیا فائدہ۔ اس جھوٹ بولنے کی سزا مجھے ضرور ملے گی!... اگر تو نے معاف کر دیا تھا تو یہ بھی معاف کر دے گا کوئی نیا جھوٹ بولنے نہیں جا رہا...!"

"ارے تم پھر خاموش ہو گئے؟" جولیا نے آنکھیں نکالیں۔

"وہ... وہ..." جوزف چونک پڑا۔ "وہ مسی دراصل بات یہ ہے کہ جو وہ... وہ سر پھٹا گیا

ہے نا... اس نے باس کو چھیڑا تھا... کہنے لگی۔ تم نے میری... مرغی چرائی ہے... باس کو غصہ آگیا... انھوں نے کہا ڈارلنگ...!"

"ڈارلنگ!"

"اوہ... یوف! دیکھو مسی دو گھنٹے سے نہیں... دماغ میں کچھ نہیں آرہا۔ مطلب یہ کہ باس کو بھی غصہ آگیا! اس نے اسے برا بھلا کہا اور اس حرافہ نے ان پر لوہے کے پائپ سے حملہ کردیا... او خدا تو دیکھ رہا ہے... میں مجبور ہوں...!"

"بکواس مت کرو تم جھوٹے ہو۔" جوزف گڑبڑا گیا۔ "سچی بات بتاؤ!"

"اچھی بات ہے... مسی!" جوزف نے طویل سانس لے کر کہا۔ "جب وہ ہوش میں آجائیں تو انہیں سے پوچھ لینا۔"

"کہاں ہے؟"

"وہ سامنے جنرل وارڈ میں۔ بستر نمبر گیارہ!" جوزف نے ایک جانب اشارہ کر کے کہا۔

جولیا وارڈ میں آئی۔ عمران اب بھی بیہوش پڑا تھا۔

اس کے چہرے پر بچوں کی سی معصومیت تھی۔ جولیا غور سے دیکھتی رہی اور پھر یک بیک اس کا دل بھر آیا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر وہ دروازے کی طرف مڑی۔ ڈاکٹر کے کمرے میں آکر صفدر کو فون کیا!

دراصل عمران کو لاوارثوں کی طرح جنرل وارڈ میں پڑے دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کے کمرے سے وہ لان پر آگئی اور وہیں ٹھہر کر صفدر کا انتظار کرنے لگی۔ جوزف تیزی سے اس کی جانب آیا۔

"ہوش آیا مسی!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" جولیا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم آخر سچی بات کیوں نہیں بتاتے...؟"

"بس اب میں کچھ نہیں کہوں گا مسی!" جوزف نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "حوالات چلی جاؤ اسی حرافہ سے پوچھ لو... وہ تمہارا دل خوش کر دے گی...."

"کیا بک رہے ہو؟"

"ہاں وہ کہے گی کہ باس نے اسے چھیڑا تھا اسی سے تحقیق کرنا چاہتے تھے!"

جولیا نے اپنا وینٹی بیگ کھول کر دس کا ایک نوٹ نکالا اور اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"جاؤ پہلے دوڑ کر پی آؤ... پھر بات کروں گی تم سے۔"

جوزف کے چہرے پر زلزلے کے آثار دکھائی دیئے۔ اس نے اپنا پرس نکالا اور دس دس کے تین نوٹ کھینچ کر اسے دکھاتا ہوا بڑبڑانے لگا۔ "میں بہت بڑے آدمی کا ملازم ہوں مسی... میری توہین نہ کرو... میں چاہے مر جاؤں لیکن اس وقت تک یہاں سے نہ ہلوں گا جب تک کہ باس کو ہوش نہ آجائے..."

پھر اس نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں ایک لمبی سی جماہی لی۔

جولیا کھسیانی سی ہو کر دوسری طرف مڑ گئی اور جوزف نے کہا۔ "ان مرغوں نے مجھے باس کے پاس نہیں جانے دیا۔ آدھ گھنٹہ اور انتظار کروں گا کیونکہ آج جمعرات ہے۔"

"کیا مطلب۔" وہ پلٹ کر اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"جمعرات کو ساڑھے چار بجے تک لڑائی جھگڑائی سے دور رہنا چاہئے۔ ورنہ [illegible] کے سانپ پھن کاڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

جولیا برا سا منہ بنائے ہوئے پھر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگی۔

یک بیک اس نے ایک فائر کی آواز سنی اور پھر صفدر راہ گیر سڑک پر دوڑتے نظر آئے۔ فائر کی آواز بھی زیادہ دور کی نہیں معلوم ہوئی تھی...!

* * *

فائر بائیں جانب سے ہوا تھا اور گولی چہرے سے صرف ایک بالشت کے فاصلے سے گزر گئی!

کھلی چھت والی اسپورٹس کار کا ایک پہیہ فٹ پاتھ پر جا چڑھا اور وہ قریب ہی کھڑے ہوئے ایک کھمبے سے جا لگی ورنہ الٹ جانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا۔

صفدر نے پورے بریک لگائے تھے پھر بوکھلاہٹ کے عالم میں انجن بند کرتے ہوئے فٹ پاتھ پر چھلانگ لگائی تھی اور منہ کے بل اس طرح گرا تھا کہ ٹانگیں گاڑی ہی سے الجھی رہ گئی تھیں۔

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے... لیکن صفدر ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی سنبھل گیا۔

سر میں خاصی چوٹ آئی تھی لیکن اس حد تک نہیں کہ پیشانی [illegible] ہو کر رہ جاتی۔ مرہم پٹی

کی نوبت نہیں آئی تھی۔ پنڈلیوں میں شاید معمولی خراشیں بھی تھیں۔

وہ کسی کی بات کا جواب دیئے بغیر گاڑی کو دھکیل کر اس کا ایک پہیہ فٹ پاتھ سے نیچے اتارنے لگا۔ اتنے میں جولیا بھی آ پہنچی! یہاں سے سول اسپتال قریب ہی تھا۔

"کیا ہوا۔ کیا ہوا۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

صفدر قہر آلود لہجے میں دہاڑا۔ "آپ سے مطلب...؟"

اور جولیا ششدر رہ گئی۔ کئی راہگیروں کو صفدر کے اس رویہ پر تاؤ آ گیا۔

"آپ بڑے بدتمیز معلوم ہوتے ہیں جناب!" ایک نے کہا۔

"آپ سے مطلب؟" صفدر اس پر بھی الٹ پڑا۔

جولیا آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگی۔ غالباً وہ سمجھ گئی تھی کہ صفدر کسی وجہ سے شناسائی نہیں ظاہر کرنا چاہتا۔ غنیمت یہی تھا کہ دور تک کوئی ڈیوٹی کانسٹیبل نہیں دکھائی دے رہا تھا ورنہ صفدر کو تھانے کا منہ دیکھنا پڑتا۔

فائر کی طرف کسی نے بھی دھیان نہیں دیا تھا۔

"پتہ نہیں کیسا آدمی ہے؟" کئی آوازیں آئیں۔

لیکن صفدر گاڑی میں بیٹھ کر دوبارہ انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔

سول اسپتال کے پھاٹک کے قریب اس نے اپنی گاڑی ریلٹن اسٹریٹ میں موڑ دی اور دوسری سڑک پر نکل آیا۔ جس عمارت سے بھی فائر ہوا ہو اس کی اوپری منزل کے زینے اس سڑک پر بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن اسے زینوں سے کیا سروکار! وہ تو صرف اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ ان دیکھا حملہ کس عمارت سے ہوا ہوگا۔

ویسے غالباً یہ حماقت ہی تھی کہ وہ اب بھی انہیں اطراف میں موجود تھا! بھلا دوسرے حملے سے بھی حملہ آور کو کون روک سکتا ہے۔

گاڑی تیزی سے بڑھتی چلی گئی... پندرہ منٹ بعد وہ ماڈل کالونی کے پبلک ٹیلیفون بوتھ کے قریب رکا۔ آس پاس کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کے متعلق سوچا جا سکتا کہ وہ اس کا تعاقب کرتی ہوئی آئی ہوگی...!

بوتھ میں آکر اس [illegible] جنٹ نعمانی کے نمبر رنگ کئے۔ دوسری طرف نعمانی موجود تھا۔

"ہیلو۔ دیکھو! میں صفدر بول رہا ہوں۔ معلوم کرو کہ جولیا نے مجھے سول اسپتال میں کیوں بلایا تھا؟ وہ شاید اس وقت بھی وہیں ہے۔"

پھر سلسلہ منقطع کر کے کیپٹن خاور سے رابطہ قائم کیا۔

"یس اٹ از خاور۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں صفدر ہوں۔ مرفی روڈ پر کسی نے مجھ پر فائر کیا تھا۔ شاید چھ منٹ پہلے کی بات ہے۔ شبہ ہے شاید بلڈنگ سے فائر ہوا تھا۔"

"زخمی تو نہیں ہوئے؟"

"نہیں بال بال بچا۔ ورنہ گولی کم از کم ناک کا صفایا تو کر ہی دیتی۔ میں ڈرائیو کر رہا تھا۔"

"تو پھر....؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ آدمی ہوشیار ہو گیا ہے جس کی نگرانی ہم دونوں کر رہے تھے۔"

"کیا تم یقین سے کہہ سکو گے کہ ہم کتنے آدمیوں کی نگرانی کرتے رہے ہیں؟"

"شاردا بلڈنگ۔"

"ٹھہرو!" خاور نے دوسری طرف سے بات کاٹ دی۔ "شاردا بلڈنگ میں متعدد فلیٹ ہیں وران میں مختلف کرایہ دار رہتے ہوں گے....!"

"پوری بات بھی تو سنو یار!" صفدر جھلا گیا۔ "ہمیں اندھیرے میں کسی کالی بلی کی تلاش تھی۔ ک بیک وہ آدمی سامنے آیا... اور پھر اس کی عجیب و غریب حرکتوں کی وجہ سے ہمیں اس کے لنے جلنے والوں کی بھی نگرانی کرنی پڑی۔ اب اس بلڈنگ کو بھی دیکھو تو شاید یہاں بھی کوئی ایسا مل ی جائے جو ان سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہو۔ یہ میرا اندازہ ہے۔ ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس قت والے فائر کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"اچھا بھئی...." خاور کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

صفدر سلسلہ منقطع کر کے بوتھ سے باہر آ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے بنگلے میں سارجنٹ نعمانی سے فون پر دوبارہ گفتگو کر رہا تھا۔

"یہ خبر تکلیف دہ بھی ہے اور مضحکہ خیز بھی!" صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہوش آ گیا ہے.... لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اندھا ہو گیا ہو۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے

کہ حالت بہتر نہیں... اگر جلد علاج نہ ہوا تو پاگل ضرور ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"فی الحال نہ تو وہ ہوش کی باتیں کر رہا ہے... اور نہ دیکھ ہی سکتا ہے...!"

* * *

محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں اپنی بیٹی ثریا کی طرف مڑے... جو دیر سے بیٹھی سسک رہی تھی۔

"تو پھر بتاؤ... میں کیا کروں!" انہوں نے تھکی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں ڈیڈی!" ثریا بدستور سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "اماں بی کو غش پر غش آ رہے ہیں..."

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ یہ بتاؤ۔" رحمان صاحب جھنجھلا گئے۔

"تو کیا بھائی جان اسی طرح لاوارثوں کی طرح جنرل وارڈ میں پڑے رہیں گے...!"

"نہیں۔ کوئی عورت ہے... جولیانا فٹزواٹر۔ اس نے اسے پرائیوٹ وارڈ میں منتقل کرادیا ہے۔" رحمان صاحب نے ہونٹوں میں تنفر آمیز کھنچاؤ پیدا کر کے کہا۔ "اور وہ حبشی بدمعاش اس کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔"

"تو اب وہ انہیں لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے جائیں گے؟" ثریا کے لہجے میں بھی کچھ تیزی آ گئی... اور رحمان صاحب نے اسے گھور کر دیکھا... مگر ثریا تو اب بھی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ گھر میں کون تھا جو کبھی رحمان صاحب سے آنکھیں ملا کر بھی گفتگو کر سکتا...!

"دیکھو۔" رحمان صاحب نے تیز لہجے میں کہا۔ "جو تم لوگ کرنا چاہو کرو لیکن مجھے اور زیادہ الجھنوں میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں... یہ بھی جانتی ہو کہ وہ اس حال کو کیسے پہنچا؟"

"میں کچھ نہیں جانتی ڈیڈی۔ مجھے تو سر سلطان کی بیوی نے فون پر اطلاع دی تھی۔"

"اس نے ایک بدنام عورت کو چھیڑا تھا۔ یہ اسی عورت کا بیان ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی ڈیڈی۔ انہیں یہاں لاؤں گی۔ اگر نہ لا سکی تو پھر..."

"بس..." رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "میں کہہ چکا ہوں جو دل چاہے کرو اور س... مہمان خانے میں مہمان بھی موجود ہیں... ان کا خیال رکھنا... یہاں کوئی بے ہودگی

پھیلنے پائے۔"

"ارے انہیں ہوش ہی کہاں ہے؟"

"پہلے کب رہا ہے!" رحمان صاحب کی آواز بلند ہو گئی وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے لیکن پھر خاموش ہی رہے۔

ثریا بھی سر جھکائے ہوئے اٹھی اور باہر نکل گئی.... اس نے رحمان صاحب کے چہرے پر کرب کے آثار نہیں دیکھے تھے.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ثریا کے باہر جاتے ہی ان کی آنکھیں مغموم نظر آنے لگیں.... اور انہوں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھا لیا۔

"ہیلو۔ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی.... اٹ از رحمان! آپ نے مجھے کچھ دیر پہلے عمران کے متعلق اطلاع دی تھی۔"

"جی ہاں جناب! وہ ہوش میں تو ہیں لیکن ہوش کی باتیں نہیں کر رہے....! ڈاکٹر کا خیال ہے کہ چوٹ کا اثر بینائی پر نہیں پڑا... وہ کیفیت وقتی تھی.... البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ ان کی ذہنی حالت کیا ہو گی اور وہ عورت تو بکواس کرتی ہے جناب! عرصہ سے پولیس کی لسٹ پر ہے۔"

"اسے عدالت پر چھوڑیئے...." رحمان صاحب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "فی الحال میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے ہسپتال سے گھر لایا جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"شکریہ۔" رحمان صاحب نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

O

صفدر نے فلٹ ہیٹ کا گوشہ چہرے پر جھکا کر اوور کوٹ کے کالر کھڑے کیے اور گلی میں داخل ہو گیا... پیروں میں کرپ سول جوتے تھے اس لیے وہ بے آواز چل رہا تھا... گلی سنسان پڑی تھی! ملگجے سے اندھیرے میں وہ صرف ایک دھندلی سی پرچھائیں معلوم ہو رہا تھا۔

یک بیک ایک جگہ وہ رکا.... چند لمحے بے حس و حرکت کھڑا رہا شاید بائیں جانب والے دروازے کی طرف متوجہ تھا... پھر آگے بڑھا اور اسی دروازے پر ہولے ہولے دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے کراہتی ہوئی سی آواز آئی.... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی اونگھتے

ہوئے مریض کے لیے وہ دستک تکلیف دہ ثابت ہوئی ہو!

"قارون۔" صفدر نے جواب دیا.... دروازہ کھل گیا.... لیکن دروازہ کھولنے والا اوٹ ہی میں تھا۔ اندر کیروسین لیمپ کی دھندلی سی روشنی نظر آئی۔ غالباً یہ مختصر سی راہداری تھی کیونکہ سامنے ہی ایک بند دروازہ اور بھی نظر آ رہا تھا.... صفدر کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اندر داخل ہو گیا۔!

دروازہ کھولنے والا اب بھی سامنے نہ آیا۔ صفدر نے سامنے والے دروازے کا رخ کر کے کہا۔ "مادام چنگ شی....!"

"تشریف لیجائیے جناب۔" دروازے کی اوٹ سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

صفدر نے آگے بڑھ کر بند دروازے کو دھکا دیا۔

کمرہ خالی تھا! مگر وہاں نظر آنے والی متعدد میزوں کی سٹنگ سے یہی ظاہر ہوتا تھا جیسے وہاں کئی ٹولیاں بیٹھ کر کسی قسم کا شغل کرتی ہوں۔

ہر میز پر ایک گھنٹی بھی موجود تھی۔ لیکن میزوں کے گرد معمولی کرسیوں کی بجائے آرام کرسیاں تھیں! صفدر نے آرام کرسی پر ڈھیر ہوتے ہوئے اپنی فلٹ ہیٹ اتاری اور فرش پر ڈال دی۔ اوور کوٹ کے کالر گرا دیئے۔ وہ میک اپ میں تھا.... بھدے چہرے والا ایک بے ہنگم آدمی آنکھیں خصوصیت سے نشہ بازوں کی سی تھیں۔

اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی جس کی آواز کمرے میں دیر تک جھنکار پیدا کرتی رہی۔

پھر وہ غصیلے انداز میں گھنٹی پر ہاتھ مارتا ہی چلا گیا۔

آخر ایک پستہ قد بوڑھی عورت چنگھاڑتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی....!

نسلاً چینی معلوم ہوتی تھی۔ فربہ اندام تھی عمر پچاس کے قریب رہی ہو گی لیکن چہرے پر چکناہٹ تھی۔ اس نے پھاڑ کھانے والا لہجہ اختیار کرتے ہوئے انگریزی میں کہا۔ "تم لوگ آخر اتنے بے صبر کیوں ہو جاتے ہو....!"

صفدر سیدھا ہوا.... احتراماً جھکا۔ پھر بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اے مکھن کے پہاڑ.... تجھ پر تو صرف سریلے نغمے ہی گونجنے چاہئیں.... پتھروں کے لڑھکنے کی آواز بھلی نہیں معلوم ہوتی....!"

"مت چھیڑا کرو تم لوگ۔" وہ غصیلے انداز میں ہنسی اور پھر دروازے کی طرف مڑ گئی۔

صفدر نے اوور کوٹ بھی اتار کر فرش ہی پر ڈال دیا اور آرام کرسی کی پشت سے ٹکتے ہوئے

یک طویل انگڑائی لی۔

کچھ دیر بعد بڑھیا ہاتھوں میں چینی کی دو پلیٹیں سنبھالے ہوئے کمرے میں آئی اور انہیں صفدر ی میز پر رکھتی ہوئی بولی۔ "تم ابھی حال ہی میں آنے لگے ہو! مجھ سے تمیز سے پیش آیا کرو.... سمجھے.... ورنہ کسی دن کھانستے کھانستے مر جاؤ گے.... پھیپھڑے جہنم معلوم ہونے لگیں گے.... میرا نام چنگ شی ہے.... سمجھ گئے نا....!"

"تمہیں دیکھ کر نہ جانے کیوں دل میں گدگدیاں سی ہوتی ہیں۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر سنجیدگی سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ ذرا اپنی صورت تو دیکھو۔" وہ پھوہڑ پن سے ہنسی۔ "پہلے کبھی نہ دیکھی ہو تو میں چاندی کے طشت میں گدھی کا پیشاب لاؤں۔"

"مادام چنگ شی!" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں غم جھانکنے لگا تھا۔

"میں آئندہ تمہارا احترام کروں گا! لیکن خدارا اب میری بدصورتی کا مضحکہ مت اڑانا....!"

"ہاہا.... بوڑھی نے قہقہہ لگایا۔ "برا مان گئے نا آخر.... اسی لیے تو کہتی ہوں کہ دوسروں کی نسی کبھی نہ اڑاؤ کیونکہ خود تم میں ہزاروں عیب موجود ہیں۔"

صفدر نے سر جھکا لیا.... اور وہ بیڈھنگے پن سے ہنستی ہوئی پھر کمرے سے چلی گئی۔

اب وہ ان دونوں پلیٹوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک پلیٹ میں سیاہ رنگ کی چھوٹی چھوٹی متعدد گولیاں رکھی ہوئی تھیں.... اور دوسری پلیٹ میں شیشے کا اسپرٹ لیمپ تھا! دیا سلائیوں کی ایک ڈبیہ بھی رکھی ہوئی تھی اور بانس کی دو تین پتلی تیلیاں بھی۔

صفدر نے کوٹ کی جیب سے ایک پائپ نکال کر میز پر ڈال دیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر ایک گولی اٹھا کر پائپ کے سوراخ پر رکھی.... وہ اب بھی کچھ سوچ رہا تھا۔

پائپ پھر میز پر رکھ کر اسپرٹ لیمپ روشن کیا اور بانس کی تیلی کا ایک سرا اس کی لو سے لگائے بیٹھا رہا.... تیلی جل اٹھی! پھر وہ اس وقت تک منتظر رہا جب تک کہ تیلی کا سرا چنگاری نہیں بن گیا۔

پائپ ہونٹوں میں دبا کر اس نے تیلی کا جلتا ہوا سرا گولی پر رکھا.... اور اس زور کا کش لگایا کہ گولی چشم زدن میں چنگاری بھی بنی اور راکھ بھی ہو گئی۔ اب کثیف دھوئیں کا بادل صفدر کے دہانے

سے آزاد ہو کر کمرے کی فضا میں تحلیل ہو رہا تھا۔

اس نے دوسری گولی اٹھائی.... لیکن وہ گولی اس کی جیب میں گئی تھی....!

اسی طرح اس نے زیادہ تر گولیاں جیب ہی میں پہنچائی تھیں۔ شاید تین یا چار استعمال کر سک تھا۔ لیکن اس پر بھی یہ حال تھا جیسے سر کے بل کھڑا ہو گیا ہو۔ کمرہ تیزی سے ناچتا ہوا محسوس ہو ر تھا۔ پائپ میز پر پھینک کر اس نے تیلی کا جلتا ہوا سرا پلیٹ میں رگڑ دیا اور اسپرٹ لیمپ بجھا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد چنگ شی پھر اندر آئی اور اسے مخاطب کیے بغیر پلیٹیں سنبھالنے لگی۔ لیکن وہ اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

”اور چاہیے۔“ اس نے بالآخر پوچھا۔

”نہیں شکریہ۔“ صفدر نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔ ”صبح ہی سے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

”میری طرف سے تمہارا دل صاف ہو گیا ہے نا؟“ وہ پلیٹیں ایک طرف سرکا کر سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

”میں دل کا برا نہیں ہوں مادام چنگ شی!“ صفدر نے اب بھی آنکھیں کھولے بغیر ہی جواب دیا۔

”مجھے اپنے متعلق بتاؤ۔ میں نے اکثر محسوس کیا ہے کہ تم ہنستے ہنستے اداس ہو جاتے ہو۔“

”میری ہنسی“ صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں کھول دیں اور سیدھا بیٹھتا ہوا مغموم لہجے میں بولا۔ ”میری ہنسی بھی کراہ ہے.... مادام....“

”آخر کیوں؟“

”کچھ نہیں! میں ایک بدنصیب تنہا آدمی ہوں.... اداسی میرا اوڑھنا بچھونا ہے جب اداس نہیں ہوتا تب بھی اداس ہی رہنے کو دل چاہتا ہے....!“

”کوئی گہرا صدمہ؟“

”میرا وجود بجائے خود ایک گہرا صدمہ ہے.... چنگ شی! جس رات میں پیدا ہوا تھا میرا سارا کنبہ گیس کا شکار ہو گیا تھا.... پتہ نہیں میں کیسے بچ گیا۔“

”اوہ۔ اوہ“ چنگ شی میز پر کہنیاں ٹیک کر آگے جھک آئی۔

"ماما چولھے کی گیس کھلی چھوڑ گئی تھی.... آہستہ آہستہ کمروں میں گیس بھرتی رہی اور وہ سب بے خبر پڑے سوتے رہے.... دوسری صبح پڑوسیوں نے آٹھ لاشوں کے درمیان ایک نوزائیدہ بچے کو بلکتے دیکھا تھا۔ "

صفدر خاموش ہو گیا پھر زہریلی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "وہ بچہ ان لاشوں پر نہیں رویا تھا۔ اسے بھوک لگی تھی.... یہ میری شروع سے لے کر آج تک کی کہانی ہے۔ میرے گرد آج بھی لاشوں کے انبار ہیں اور میں روئے جا رہا ہوں... بھوک سے بلک رہا ہوں۔ یونہی بلکتا رہوں گا۔ "

"تم کہانیاں تو نہیں لکھتے؟" چنگ شی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں خود ہی ایک کہانی ہوں جسے وقت لکھ رہا ہے.... ایک دن یہ کہانی بھی ختم ہو جائے گی.... لیکن بھوک...."

"میں سمجھتی ہوں.... سمجھتی ہوں۔ " اس نے بڑے پیار سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم بہت ہمدرد عورت ہو چنگ شی!" صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن تم میرا دکھ نہیں بٹا سکو گی۔ "

"کوئی کسی کا دکھ درد نہیں بٹا سکتا اچھے آدمی....!"

"اس لیے.... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو.... تم پہلی عورت ہو جس نے آج میری کہانی پوچھی تھی۔ "

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"جہاں کھانے کو مل جائے۔ " صفدر آرام کرسی کی پشت گاہ سے ٹکتا ہوا بولا۔

وہ پھر اسے گھورنے لگی۔

"تم نے ساری گولیاں لگائی تھیں؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"ہاں.... کیوں؟"

"لیکن تم نشے میں تو نہیں معلوم ہوتے۔ "

"میری طبیعت خراب ہے چنگ شی! ورنہ تمہیں کم از کم آٹھ بار اتنی ہی گولیاں اور لانی پڑتیں تب کہیں جا کر نشہ ہوتا۔ "

"تم شاید اس وقت بھی بھوکے ہو۔ " چنگ شی خوامخواہ ہنس پڑی۔

"اور اس وقت بھی رو رہا ہوں۔" صفدر نے پھیکی سی مسکراہٹ کیساتھ کہا...!

"ٹھہرو! میں تمہارے لیے کچھ لے آؤں...." وہ اٹھتی ہوئی بولی اور پھر اسی دروازے میں غائب ہو گئی جس سے اب تک آتی جاتی رہی تھی۔

O

کیپٹن خاور نے فون پر دانش منزل کے نمبر رنگ کیے۔ ان دنوں ایکس ٹو سے صرف وہیں گفتگو کی جاسکتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ بلیک زیرو زیادہ تر وہیں رہتا تھا اور عموماً وہی خود کو ایکس ٹو پوز کر کے سیکرٹ سروس کے ممبروں کی کالیں ریسیو کرتا تھا اور اس کے بعد ان کے پیغامات عمران تک پہنچا دیتا تھا۔

"لیس....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اِٹ از خاور سر۔ رپورٹ....!"

"کہتے چلو...."

"عمران اپنے گھر پہنچ گیا ہے۔ لیکن اس کی ذہنی حالت بہتر نہیں۔ پہلے شبہ ہوا تھا کہ اندھا بھی ہو گیا ہے....!"

"بری خبر ہے۔ ایک کام کا آدمی ہاتھ سے جاتا رہا۔ خیر۔ دوسری رپورٹ!"

"صفدر پر شاردا بلڈنگ ہی سے فائر ہوا تھا۔ آس پاس کے لوگوں نے فائر کی آواز سنی تھی.... لیکن کسی کو فائر کرتے نہیں دیکھا جاسکا تھا۔ وہاں کوئی ایسا آدمی بھی نہیں مل سکا جو پہلے کبھی کبڑے کے ساتھ دیکھا گیا ہو۔"

"صفدر کہاں ہے....؟"

"مجھے علم نہیں۔"

"اچھا دیکھو...." دوسری طرف سے کہا گیا۔ "اب تم لوگ صفدر سے دور ہی رہو گے! میرا خیال ہے کہ کبڑے کو اس نگرانی کا علم ہو گیا ہے.... اور صرف صفدر ہی اس کی نظر میں آیا ہے.... لہٰذا تم سب محتاط رہو۔"

"بہت بہتر جناب!" خاور نے سر ہلا کر کہا۔ "میں سب کو مطلع کر دوں گا..!"

"اور کچھ....!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نہیں جناب....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا...!

* * *

جوزف کسی پالتو کتے ہی کی طرح رحمان صاحب کی کوٹھی پر بھی آ پہنچا تھا۔ رحمان صاحب نے اسے دیکھا اور نفرت سے ہونٹ سکوڑ لیے پھر انہوں نے اپنے سیکریٹری کو ہدایت کر دی کہ وہ اسے وہاں سے ٹال دے۔ کہہ دے کہ عمران کے اقامتی فلیٹ ہی میں اس کی صحت یابی کا منتظر رہے۔

"نہیں مسٹر.... یہ ناممکن ہے۔" جوزف نے سیکریٹری سے کہا۔ "اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے لیکن میں باس کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"تمہیں جانا پڑے گا۔" سیکریٹری کا لہجہ غصیلا تھا۔

"باس کے فادر سے کہنا کہ مجھے گولی مار دیں۔ میں تو نہیں جاؤں گا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ مسٹر عمران تو تمہیں پہچان بھی نہیں سکے تھے۔"

"پرواہ نہیں! اتنا ہی کافی ہے کہ میں انہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

"اچھا تو پھر اب تم بھی جیل ہی جاؤ گے۔" سیکریٹری نے غصیلے لہجے میں کہا اور دوسری طرف چلا گیا۔

پھر جوزف نے عمران کے کمرے تک پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔

سیکریٹری کا یہ بیان قطعی درست تھا کہ عمران جوزف کو پہچان نہیں سکا تھا۔ پہچاننا تو الگ رہا وہ اس کے قرب ہی سے وحشت زدہ نظر آنے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی چیخ ماری تھی اور "بھوت بھوت" چلانے لگا تھا۔

لیکن جوزف نے دانت نکال دیئے تھے اور ہنس کر بولا تھا۔ "ارے باس ارے باس۔ چلو بھوت ہی سہی.... خدا کا شکر ہے کہ تمہیں ہوش تو آیا۔"

عمران نے کسی کو بھی نہ پہچانا۔ ثریا کو اس طرح دیکھتا رہا جیسے پہلی بار نظر آئی ہو! پھر اپنی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے وقت کچھ بڑبڑانا شروع کر دیا تھا۔ الفاظ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آسکے تھے۔

ماں کی حالت اور زیادہ ابتر نظر آنے لگی جب انہوں نے سنا کہ اب سچ مچ عمران کا دماغ چل گیا ہے۔ چچازاد بہنوں کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ عمران نے ان سے بھی شناسائی نہ ظاہر کی۔

رحمان صاحب تو قریب ہی نہیں آئے تھے۔ دوسروں سے اس کی کیفیت معلوم کرلی تھی۔

پھر شہر کے بڑے ڈاکٹر طلب کرلیے گئے.... اور انہوں نے متفقہ طور پر رحمان صاحب کو اطمینان دلایا کہ ہمیشہ کے لیے دماغ ماؤف نہیں ہو سکتا۔ وقتی کیفیت ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کب تک برقرار رہے گی۔

رات گئے رحمان صاحب کو معلوم ہوا کہ جوزف پھاٹک پر دھرنا دیئے بیٹھا ہے۔ بالآخر انہیں اس پر رحم آہی گیا کیونکہ وہ ایک انتہائی سرد رات تھی۔

اسے اندر آنے اور شاگرد پیشے میں کہیں پڑ رہنے کی اجازت مل گئی۔ لیکن دوسرے ملازمین اس کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکے.... کیونکہ ہر دس منٹ کے بعد کبھی تو وہ آسمانی باپ کو پکارنے لگتا اور کبھی افریقی دیوتاؤں کو آوازیں دینے لگتا۔ شراب بھی نہ ملی تھی اور عمران کے لیے تو خیر پہلے ہی سے پریشان تھا۔ پھر ایسے میں اس کا ذہن قلابازیاں کیوں نہ کھاتا۔

دوسری صبح عمران کسی تحیر زدہ بچے کے سے انداز میں لان پر نکل آیا.... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا پھر رہا تھا۔ ثریا اور چچازاد بہنیں بھی ساتھ تھیں۔ ثریا جو پہلے کبھی عمران سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتی تھی اس طرح ساتھ لگی پھر رہی تھی جیسے وہ کسی اجنبی دیس کا شہزادہ ہو اور کچھ دنوں کے لیے ان کا مہمان بننا قبول کرلیا ہو۔

"اف.... فوہ!" یک بیک وہ چلتے چلتے رک گیا اور آنکھیں بند کر کے اس طرح اپنی پیشانی رگڑنے لگا جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

لڑکیاں بھی اسے گھیرے میں لیتی ہوئی رکیں۔

"یہ.... یہ...." عمران ہکلایا۔ "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے.... جیسے میں نے یہ عمارت اکثر خواب میں بھی دیکھی ہو!"

"ہاں.... ہو سکتا ہے...." ثریا نے کہا۔ "چلیے میں آپ کو اپنے نئے پرندے دکھاؤں۔"

"چلیے...." عمران نے بے بسی سے پلکیں جھپکائیں۔

جوزف نے دور سے انہیں دیکھا اور سرپٹ دوڑتا ہوا تیر کی طرح ادھر ہی چلا آیا لڑکیوں کو اس نے بڑے ادب سے سلام کر کے دعائیں دیں.... اور عمران سے بولا۔ "باس میں کتنا خوش ہوں کہ تم آخر اپنے گھر پہنچ ہی گئے۔"

"اپنے گھر....!" عمران متحیرانہ انداز میں ثریا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "یہ کون ہے صورت سے نیگرو معلوم ہوتا ہے؟"

"کیا آپ اسے بھی نہیں پہچان سکتے؟" نجمہ بول پڑی۔

"نہیں محترمہ۔ میں کیا جانوں.... آپ لوگ مجھے پاگل کیے دے رہی ہیں۔" وہ پھر آنکھیں بند کر کے پیشانی مسلنے لگا۔

"یا خدا۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے پاگل کتا بنا دے۔ مگر باس کو اچھا کر دے!"

"جاؤ۔ تم جاؤ..... یہاں سے!" ثریا نے جوزف سے کہا۔

"اچھا مسّی!" جوزف نے ٹھنڈی سانس لی.... اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے شاگرد پیشہ کی طرف بڑھ گیا۔

O

ٹھیک اسی وقت صفدر ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے بلیک زیرو کو اپنی رپورٹ دے رہا تھا۔

"جی ہاں! میرا خیال ہے کہ کبڑے نے مجھے بحیثیت صفدر مشتبہ سمجھنا شروع کر دیا ہے!"

"بحیثیت صفدر؟" دوسری طرف سے استفہامیہ انداز میں کہا گیا۔

"جی ہاں! میری دوسری حیثیت.... موبی کی ہے! چنگ شی کے اڈے پر.... مجھے یقین ہے کہ میں ابھی تک اس میک اپ میں نہیں پہچانا جا سکا۔"

"اس غلط فہمی میں نہ پڑنا۔" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "تم ہر حیثیت میں پہچان لیے گئے ہو! البتہ اس سے پوری طرح متفق ہوں کہ تمہارے دوسرے ساتھی ابھی تک اس کی نظروں میں نہیں آئے.... جولیا سے بے تعلقی ظاہر کر کے تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔ کبڑا جب بھی چاہے تمہیں ختم کرا سکتا ہے۔ اس وقت تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"کوئینس روڈ کے چوراہے والے بوتھ سے۔"

"میک اپ میں ہو؟"

"جی ہاں۔"

"ذرا باہر نکل کر دیکھو۔ پھر آدھ گھنٹے بعد مجھے دوبارہ رنگ کرنا۔"

صفدر سلسلہ منقطع کر کے باہر آ گیا۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر سامنے ہی ایک جانی

پہچانی شکل نظر آئی اور اسے اپنے چیف آفیسر کے خیال سے متفق ہونا پڑا۔

کچھ دور چل کر وہ ایک کیفے میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جانی پہچانی صورت بھی وہیں موجود تھی۔ صفدر نے ایک طویل سانس لی.... تو یہ بات ہے.... کسی وقت بھی اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا جاتا.... مگر کبڑا...؟

○

"کبڑا.... ایک حیرت انگیز آدمی ہے!" کیپٹن خاور نے جولیا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک ماہ پہلے کی بات ہے ایکس ٹو نے مجھے اور صفدر کو اس کی تلاش پر مامور کیا تھا۔ یہ تلاش بڑی مضحکہ خیز ثابت ہوئی تھی۔"

"کیوں...."

"ارے اتنے بڑے شہر میں کسی کبڑے کو تلاش کرنا تھا۔ کئی جگہ تو پٹ جانے تک کی نوبت آ گئی تھی۔ ان دنوں صفدر بھی عمران ہی کی طرح سنک گیا تھا ایک دن اس نے ایک کبڑے کا تعاقب کیا جو گرم چادر میں لپٹا ہوا تیزی سے راستہ طے کر رہا تھا۔ تقریباً تین میل صفدر پیدل گھسٹتا رہا.. اور پھر اس کا بیان ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ کر وہ کوبڑ اس کی پشت سے الگ ہو گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس گدھے نے پیٹھ پر ایک وزنی گٹھری اٹھا رکھی تھی اور اسے چھپانے کے لیے اوپر سے ایک خوش رنگ اونی چادر لپیٹ لی تھی۔ بہر حال اس دن وہ بری طرح جھلا گیا تھا۔ پھر ایک شام کا واقعہ سنو! اتفاقاً وہی کبڑا سامنے آ گیا جس کی تلاش تھی۔"

"ٹھہرو.... کیا اس سے پہلے کوئی کبڑا نہیں ملا تھا؟"

"درجنوں ملے تھے.... لیکن ہمیں کوبڑ کے ساتھ ہی بائیں گال پر ابھرے ہوئے ایک تل کی بھی تلاش تھی۔ بہر حال اس شام ایک ایسا ہی کبڑا مل گیا جس کے بائیں گال پر بہت ہی نمایاں قسم کا تل تھا.... یہ ریلوے اسٹیشن کا واقعہ ہے۔ صفدر بغرض تفریح ادھر اتفاقاً ہی جا نکلا تھا اور تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک ایکسائز انسپکٹر بھی تھا۔ صفدر نے کبڑے کو دیکھا اور ایک بار پھر چکرا گیا.... کیونکہ اس ڈفر نے کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے.... پھر سوجھ ہی تو گئی اور اس نے ایکسائز انسپکٹر صاحب کو پانی چڑھا دیا۔ کہنے لگا کہ میں شرط لگانے کو تیار

ہوں کہ اس گٹھری میں چرس ہے۔ انسپکٹر صاحب ہنسے اور فرمایا کہ کیوں گھس رہے ہو.... کبڑا ہے بے چارہ.... صفدر کہنے لگا یہی تو کمال ہے.... ابھی پچھلے ہی دنوں ریکسٹن کے تھانے والوں نے ایک ایسے ہی کبڑے کو پکڑا تھا۔ اس کمبخت نے کوٹ پہن رکھا تھا۔ یہ کہنا محال تھا کہ وہ کوبڑ نہیں ہے لیکن یقین کرو کہ کوٹ کے نیچے سے کوبڑ نما گٹھری برآمد ہوئی تھی.... بہرحال انسپکٹر صاحب اس کے فقروں میں آ ہی گئے.... پھر انہوں آگے بڑھ کر اس زور کا ہاتھ مارا تھا اس گٹھری پر کہ کبڑے کی آنکھوں میں تارے ہی ناچ گئے ہوں گے۔ وہ بری طرح جھلا کر پلٹا تھا۔ انسپکٹر صاحب نے کڑک کر فرمایا اس گٹھری میں کیا ہے اور کبڑا لڑنے مرنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔ کمبل ایک طرف پھینکا اور خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ تب یہ بات صفدر کی سمجھ میں آئی کہ ہر کمبل کے نیچے گٹھری نہیں ہوا کرتی پھر صفدر سے حماقت یہ سرزد ہوئی کہ خود بھی بیچ بچاؤ کرانے والوں میں شامل ہو گیا۔ غالباً وہیں سے کبڑا اس کا صورت آشنا ہوا تھا۔ پھر جب صفدر نے اس کی نگرانی شروع کی اور بار بار اس کے آس پاس دیکھا گیا تو اسے بھی شبہ ہو گیا.... ایکس ٹو کا خیال ہے کہ میں اس کی نظر میں نہیں آسکا۔"

"آخر یہ کس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ تم سے بے خبر ہے؟" جولیا بولی۔

"میں آج تک نہیں محسوس کر سکا کہ میرا بھی تعاقب کیا جاتا ہو۔ جب کہ صفدر کی نگرانی قدم قدم پر ہو رہی ہے۔ بہرحال اس وقت میں ایکس ٹو کا یہ حکم سنانے آیا تھا کہ بقیہ ممبر صفدر سے دور ہی رہیں اور صفدر خود بھی یہی چاہتا ہے.... شاید وہ مرفی روڈ پر تم سے اچھی طرح پیش نہیں آیا تھا۔"

"میں سمجھ گئی تھی کہ وہ کسی وجہ سے شناسائی نہیں ظاہر کرنا چاہتا....!"

"ٹھیک ہے۔"

"مگر سنو تو.... آخر یہ کبڑا ہے کون؟"

"ایکس ٹو کے علاوہ شاید ہی کسی کو علم ہو.... ہم نہیں جانتے کہ اس کی نگرانی کیوں کر رہے ہیں یا ایکس ٹو کو اس کی تلاش کیوں تھی؟"

"صفدر کی نگرانی اب بھی ہو رہی ہے؟"

"ہر وقت.... ہر جگہ.... کوئی نہ کوئی سائے کی طرح ساتھ لگا رہتا ہے۔"

"اگر وہ حملہ اسی پر ہوا تھا.... تو...." جولیا جملہ پورا کیے بغیر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

"ٹھہرو.... حملہ حقیقتاً اس لیے نہیں ہوا تھا کہ وہ مر جائے.... بات دراصل یہ ہے کہ انہوں نے اس پر نظر رکھی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس کا تعلق کس سے ہے لیکن اتفاق سے انہیں مایوسی ہی ہوئی.... اور وہ اس حرکت پر اتر آئے۔ مقصد یہ ہے کہ اس حملے کی بنا پر وہ دوسرے لوگ بھی کھل کر سامنے آ جائیں جو صفدر کی پشت پر ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسی صورت میں اس کا زندہ رہنا محال ہوتا جب کہ ہر وقت نگرانی ہوتی ہے۔!"

خاور سگریٹ سلگانے لگا اور جولیا نے عمران کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ایکس ٹو نے کبڑے کے سلسلے میں اس سے کوئی کام نہیں لیا۔" خاور بولا۔

"مگر سوچو تو یہ کتنا مضحکہ خیز حادثہ ہے۔ الفانسے کا سر دھڑ سے الگ کرنے والا، مکلارنس کو للکارنے والا، بوغا کو پچھاڑنے والا.... اس طرح ایک سڑی سی عورت سے مار کھا گیا۔ خدا کی پناہ.... سوچتی ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آدمی کتنا بے وقعت جانور ہے۔ اف فوہ.... تم نے اسے جنرل وارڈ میں لاوارثوں کی طرح پڑے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"غالباً رحمان صاحب اسے گھر لے گئے ہیں۔"

"ہاں۔ آں.... مگر میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب اس کا کیا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہو رہی ہے۔"

"کیا؟"

"وہ پاگل ہی تو ہو جانا چاہتا تھا......!"

"نہیں۔ خاور.... اتنی بے دردی سے اس کا تذکرہ نہ کرو! وہ حقیقتاً بڑا معصوم ہے۔"

"کیا؟" خاور بیساختہ اچھل پڑا اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے گھورنے لگا جیسے اس نے کسی بکری سے ہاتھی کی پیدائش کی خبر سنائی ہو!

"ہاں! اس مسئلے پر سنجیدگی سے سوچو.... وہ کسی شریر بچے کی طرح معصوم ہے۔"

"شرارت اور معصومیت کے امتزاج کی داد نہیں دی جا سکتی محترمہ فٹزواٹر کمال کر دیا.... یہ شاعری کر رہی ہو تم....!"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔" جولیا مغموم لہجے میں بولی۔ "مسٹر رحمان سخت گیر آدمی ہیں ان کی

سخت گیری ہی کی وجہ سے اس کی شخصیت غیر متوازن ہوئی ہو گی۔ اس عیب کی بنیاد بچپن ہی سے پڑتی ہے.... بچہ دوہری زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ باہر کچھ ہوتا ہے اور گھر میں کچھ۔ یہ طرز حیات آہستہ آہستہ عادت بنتا جاتا ہے۔ پھر جب اس پر کوئی پابندی نہیں رہ جاتی تب بھی وہ اس عادت یا اِس طرز حیات سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔"

"ارے تم نے تو نفسیات پر لیکچر شروع کر دیا۔"

"میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس کا مضحکہ مت اڑاؤ....!"

"کہتی رہو!" خاور مسکرایا۔ "مجھے تو سوچ کر ہی ہنسی آ رہی ہے۔ عمران صاحب کا دماغ اُلٹ گیا۔ واہ۔ ہوشمندی میں تو یہ حال تھا اب کیا صورت ہو گی۔ بھئی کوئی تدبیر کرو کہ اسے قریب سے دیکھا جا سکے۔"

"تم شاید جلدی میں تھے۔" جولیا نے خشک لہجے میں کہا اور اٹھ گئی۔

◆

بات رحمان صاحب کی تھی اس لیے اس معاملے کی پبلسٹی نہ ہو سکی۔ پھر انہوں نے کیس ہی ختم کرا دیا۔ عمران کے باپ ہی ٹھہرے.... انہیں مسز پٹھاکیا کے بیان پر سو فیصدی یقین آ گیا تھا۔ جوزف کی بکواس پر کیسے دھیان دیتے....!

لیکن عمران کی ذہنی حالت کے متعلق ان کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ اب وہ وقتاً فوقتاً کتوں کی طرح بھونکنے بھی لگتا تھا اور جوزف بڑے خلوص سے سینے پر کراس بنا کر دعائیں پڑھتا اور کہتا تھا۔ "آسمانی باپ تو بڑا مہربان ہے.... اگر کاٹنے بھی دوڑیں تو کیا میں انہیں روک سکوں گا۔"

رحمان صاحب چاہتے تھے کہ عمران کو عمارت کے اندر ہی رکھا جائے.... لان پر دکھائی دے جاتا تو وہ بری طرح نروس نظر آنے لگتے.... غصہ بڑی حد تک کم ہو گیا تھا۔ ہر وقت فکر مند نظر آتے۔ اکثر عادت کے مطابق کسی پر چڑھ بھی دوڑتے تو اس طرح چونک کر سنبھالا لیتے جیسے کوئی بھولی بسری بات اچانک یاد آ گئی ہو....!

ادھر عمران کا یہ حال کہ گھر بھر کو نچائے پھرتا۔ کہتا کہ بہت ہو چکا اب وہ اسپتال سے گھر واپس جائے گا۔ ثریا اور چچازاد بہنوں کے پیچھے پڑ جاتا کہ وہ یونیفارم میں کیوں نہیں رہتیں اگر کوئی آفیسر انسپکشن کے لیے آ گیا تو کیا ہو گا۔ رحمان صاحب پر نظر پڑ جاتی تو چیخنے لگتا۔ "اے او ڈاکٹر

صاحب! یار بھائی صاحب اب گھر جانے دو.... یا پھر مجھے کسی دوسرے کمرے میں رکھو۔ اس کمرے کی چھت مضبوط معلوم ہوتی.... گرنے میں دیر لگے گی۔"

صبح سے اب تک وہ دو کمرے بدل چکا تھا اور اب تیسرے کی تیاری تھی۔ اس وقت جس کمرے میں تھا اُس کی دیوار ٹیڑھی ہو گئی تھی اور فرش جھولا جھولتا محسوس ہوتا تھا۔

ثریا بے چاری وہی کرتی جو وہ کہتا۔ ماں پر تو تھوڑی تھوڑی دیر بعد اختلاج قلب کے دورے پڑ رہے تھے اس لیے ثریا زیادہ تر یہی کوشش کرتی کہ کوئی بات ان تک نہ پہنچنے پائے۔

تیسرے کمرے میں سامان پہنچ جانے پر عمران نے اس انداز میں اطمینان ظاہر کیا تھا جیسے اب کسی چوتھے کمرے کا رخ کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

سب کچھ تھا لیکن ثریا اسے عمارت کے اندر ہی روکے رکھنے میں کامیاب نہیں ہو پاتی تھی جب بھی عمران کا دل چاہتا لان پر نکل آتا.... ویسے چوکیدار کی ڈیوٹی تھی کہ ہر وقت پھاٹک پر نظر رکھے.... عمران کو لان پر دیکھتے ہی وہ اٹھتا اور پھاٹک بند کر کے مقفل کر دیتا۔ لیکن عمران نے ابھی تک تو کمپاؤنڈ سے باہر قدم نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ لان پر نکلتا تو جوزف کسی وفادار کتے کی طرح دم ہلاتا دوڑتا آتا.... اس توقع پر کہ شاید باس اب اسے پہچان ہی لیں.... لیکن اسے مایوسی ہی ہوتی۔ اس وقت بھی عمران اپنا بستر تیسرے کمرے میں منتقل کرنے کے بعد باہر ہی آیا.... جوزف کچن کے دروازے پر بیٹھا کچھ زہر مار کر رہا تھا۔ عمران پر نظر پڑتے ہی ہاتھ کا نوالہ پلیٹ میں پھینکا اور منہ کا نوالا نگلتا ہوا اس کی طرف لپکا۔

"گڈ مارننگ باس...."

"ہائیں...." عمران خوفزدہ انداز میں اچھل کر پیچھے ہٹا.... اور نہ جانے کیوں پہلی بار جوزف کو اس پر غصہ آ گیا۔

اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔ "دیکھو باس! میں بہت پریشان ہوں! اب ٹھیک ہو جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا.... سمجھے!"

"سسٹر.... سسٹر!" عمران حلق پھاڑ کر چیخا اور ثریا جو عمارت کے کسی قریبی ہی حصے میں تھی اس کی آواز سن کر دوڑ آئی....!

"بچاؤ.... خدا کے لیے.... مجھے اس حبشی ڈاکٹر سے بچاؤ...." عمران بھاگ کر اس کے

پیچھے چھپتا ہوا گھگھیایا۔

"کیا بات ہے؟" ثریا نے جوزف کو گھورتے ہوئے قہر آلود لہجے میں پوچھا۔

"کک کچھ نہیں.... مسّی.... میں نے تو صبح کا سلام کیا تھا۔" جوزف ہکلایا۔

"دیکھو! اگر تم خواہ مخواہ پریشان کرو گے تو باہر نکلوا دوں گی۔"

"یس مسّی!" جوزف اٹینشین ہو گیا تھا۔

پھر چچازاد بہنیں بھی آگئیں.... اور عمران نے اُنہیں بھی دیکھ کر چیخ ماری اور آؤٹ ہاؤز کی طرف بھاگ نکلا۔

"اف.... فوہ.... یہ کیا ہوا" ثریا بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "غضب ہو جائے گا۔ اگر یہ وہاں چلے گئے۔ ڈیڈی کچھ کام کر رہے ہیں۔"

پھر اس نے جوزف سے کہا۔ "دوڑو۔ روکو.... اندر نہ جانے دینا۔"

"او کے مسّی!" جوزف نے ہرنوں کی طرح چوکڑی بھری اور عمران کو آدھے ہی راستے میں جا لیا۔

"ارے ہٹ کمبخت" عمران ٹھٹھک کر نسوانی آواز میں بولا۔ لیکن جوزف اس کے آگے ہاتھ پھیلا کر راستہ روکے کھڑا رہا۔

اتنے میں لڑکیاں بھی پہنچ گئیں.... آؤٹ ہاؤز قریب ہی تھا۔

"ہٹو.... سامنے سے ہٹ جاؤ!" دفعتاً عمران آنکھیں نکال کر غرایا۔

"بھائی جان خدا کے لیے چلیے یہاں سے۔" ثریا گھگھیائی۔

"اسے ہٹاؤ.... سامنے سے میرا راستہ کیوں روکتا ہے۔"

"مان جاؤ.... باس!" جوزف نے کہا۔ "ورنہ میں تمہیں گود میں اٹھا کر لے چلوں گا۔"

"حد ہو گئی۔ بچہ سمجھتا ہے.... مجھے.... گود میں اٹھائے گا۔ توہین کرتا ہے...." عمران نے کہا اور جھپٹ کر ایک مکا جوزف کے جبڑے پر رسید ہی تو کر دیا.... جوزف جسے اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ قلابازی کھا گیا۔

پھر تو سچ مچ اس نے یہی کوشش شروع کر دی کہ عمران کو گود میں اٹھا کر رہائشی عمارت کی طرف لے بھاگے۔ اسے گدھوں کی طرح پٹتے دیکھ کر لڑکیاں بدحواس ہو گئیں۔ چیخنے لگیں۔

آؤٹ ہاؤز کی کھڑکیاں کھلیں اور رحمان صاحب کی دہاڑتی ہوئی آواز آئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"کشت و خون ہو رہا ہے۔" عمران نے جوزف پر مکے برساتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ تمہارا اسپتال ہے.... یا پاگل خانہ...."

رحمان صاحب باہر نکل آئے.... ان کیساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ اب جوزف نے یہی مناسب سمجھا کہ عمران کو گود میں اٹھا لینے کی جدوجہد ختم کر کے بھاگ نکلے۔

یہی ہوا۔ اور عمران مکا ہی ہلاتا رہ گیا۔

"جاؤ.... اندر جاؤ!" رحمان صاحب نے رہائشی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یہ ہسپتال ہے یا سلاٹر ہاؤس!" عمران بھی اسی انداز میں ہاتھ ہلا کر چیخا۔ "یہاں کی بے قاعدگیوں کی رپورٹ نہ کی تو کچھ نہ کیا۔"

اس دوران میں کچھ ملازمین بھی وہاں پہنچ گئے.... اور رحمان صاحب نے ان سے کہا۔ "لے جاؤ اسے زبردستی اٹھا کر لے جاؤ.... چلو!" پھر قہر آلود لہجے میں ثریا سے بولے۔ "کمرہ مقفل کر دینا۔"

ملازمین آ لپٹے.... اور عمران ہاتھ پیر مارتا رہ گیا۔ دو چار ہاتھ ان کے بھی جھاڑے تھے۔ لیکن پھر وہ بھڑوں ہی کی طرح چمٹ گئے۔ لڑکیاں سہمی کھڑی رہیں۔

کچھ دیر بعد ثریا عمران کے کمرے کا دروازہ بند کر رہی تھی اور ساتھ ہی اس کی سسکیاں بھی جاری تھیں....! چچازاد بہنیں دم بخود کھڑی سوچ میں گم تھیں۔

پھر ایک بولی۔ "کیا کیا جائے۔ ساری باتیں ٹھکانے کی کرتے ہیں.... مگر!"

"گھر کو اسپتال کیوں سمجھتے ہیں؟ کسی کو پہچانتے کیوں نہیں؟" ثریا نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"ڈاکٹر سعید تو یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں وہ یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔" دوسری بولی۔

"اچھا دیکھو.... اماں بی کو نہ معلوم ہونے پائے کہ.... بھائی جان کو کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔" ثریا نے کہا۔

وہ کچھ نہ بولیں.... نجمہ نے تو پچھلے دن اپنی دوسری بہنوں سے کہا تھا۔ "بھائی جان پہلے

پاگل تھے اب تو خدا کے فضل سے ٹھیک ہو گئے ہیں۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی عورت کا ایسا ہی بھرپور ایک ہاتھ اور پڑ جائے تو سب کو پہچاننے بھی لگیں گے۔"

بات تھی بھی کچھ ایسی ہی۔ عمران کے چہرے پر اب نہ تو حماقت کی بارش ہوتی تھی اور نہ احمقانہ حرکات ہی سرزد ہوتی تھیں۔ انتہائی سلیم الطبع نظر آتا تھا۔ آنکھوں میں تیز قسم کی ذہانت کی جھلکیاں بھی ملتی تھیں بس دشواری اتنی ہی تھی کہ وہ گھر کو اسپتال سمجھتا تھا اور گھر والوں کو اجنبی ۔۔۔ حتیٰ کہ جوزف کو بھی پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔

O

چنگ شی کی منشیات کی تجارت غیر قانونی نہیں تھی۔ صفدر پہلے پہل یہی سمجھا تھا کہ وہ اس اڈے کو غیر قانونی طور پر چلا رہی ہے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ہی یہ بات اس کی سمجھ میں آسکی تھی کہ چنگ شی دراصل وہاں غیر تعلیم یافتہ اور نچلے طبقے کے لوگوں کی بھیڑ نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔۔ اس لیے اس نے وہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس کے ایجنٹ مہذب قسم کے نشہ بازوں کی تلاش میں رہتے تھے اور انہیں کے ذریعہ ایسے گاہکوں کو وہ الفاظ معلوم ہوتے تھے جن کے دہرانے پر ہی وہاں داخلہ ممکن ہوتا ہے۔

ویسے صفدر کی رسائی تو اس طرح ہوئی تھی کہ وہ کبڑے کے ایک آدمی کا تعاقب کرتا ہوا اس گلی تک آیا تھا اور اسے کوئی ایسا لفظ دہرا کر چنگ شی کے اڈے میں داخل ہوتے دیکھا تھا جسے پاس ورڈ کے علاوہ اور کچھ نہ سمجھا جا سکتا۔۔۔!

پھر اس نے بھی وہی لفظ دہرا کر اپنے داخلے کی کوشش کی تھی اور کامیاب بھی ہو گیا تھا پہلے تو وہ یہاں کا ماحول دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ وہ اجنبی ہے اس لیے اس کی عافیت کسی لحظہ بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔۔۔ وہاں نظر آنے والے سارے ہی لوگ ایک دوسرے سے قطعی بے تعلق معلوم ہوئے تھے اور کبڑے کا ساتھی بھی داخل ہوتے ہی گرد و پیش سے بے خبر ہو گیا تھا۔ پھر صفدر کو بھی طوعاً و کرہاً کشیدنی افیون کی کچھ گولیاں برداشت کرنی پڑی تھیں!

مگر کیوں؟ آخر وہ ان دنوں کیا کرتا پھر رہا تھا؟

پہلے ایکس ٹو کو اس کبڑے کی تلاش تھی۔۔۔ وہ مل گیا۔۔۔ تو نگرانی شروع ہو گئی۔۔۔ لیکن مقصد کیا تھا اس نگرانی کا؟۔۔۔

آج تو اس کبڑے ہی کو چنگ شی کے اڈے میں دیکھ رہا تھا۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا سب سے پہلے اس کی نظر کبڑے پر پڑی جو ایک میز کے قریب بیٹھا چنگ شی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔

چنگ شی نے سر اٹھا کر صفدر کی طرف دیکھا اور بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر گردن ہلائی۔

اس وقت ایک بھی میز خالی نہیں تھی۔ صفدر دروازے کے قریب ہی رک گیا۔

"آپ اُدھر چلے جایئے... مسٹر" چنگ شی نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ صفدر نے اُدھر جاتے ہوئے کبڑے کو کنکھیوں سے دیکھا تھا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔

صفدر نے خود کو ایک چھوٹے سے کمرے میں پایا۔ یہاں صرف ایک ہی میز تھی، لیکن نجی استعمال کی معلوم ہوتی تھی۔ ایک طرف ایک مختصر سی مسہری بھی دکھائی دی جس پر پر تکلف بستر تھا۔ کرسی بھی ایک ہی نظر آئی.... ایک شیلف تھا جس پر مختلف النوع چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

صفدر میز کے ایک گوشے پر ٹک گیا۔ رخ دروازے ہی کی طرف تھا۔ مصلحتاً

کمرے میں بھی ایک دروازہ تھا لہٰذا وہ اس کی طرف سے بے خبر نہیں رہنا چاہتا تھا۔

* * *

رات کے نو بجے تھے کیپٹن فیاض عمران کی خیریت دریافت کرنے کے بہانے کوٹھی پہنچا۔ ورنہ آمد کا مقصد حقیقتاً کچھ اور تھا۔ رحمان صاحب نے آج اسے لائبریری ہی میں بلوا لیا۔

"بیٹھو۔" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا.... وہ تنہا تھے۔

چند لمحے فیاض کو غور سے دیکھتے رہے پھر بولے۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"

"خدا رحم کرے۔" فیاض نے مسمسی صورت بنا کر ٹھنڈی سانس لی۔

رحمان صاحب پھر اسے گھورنے لگے وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"تم شاید چوتھی بار اسے دیکھنے آئے ہو۔" رحمان صاحب نے کہا اور فیاض چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ "جو کچھ بھی ذہن میں ہے اُگل دو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"دیکھیے.... " فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ حضرت اب پہلے سے زیادہ ہوش مند معلوم ہونے لگے ہیں۔"

"گمشدہ یادداشت کے مریض ایسے ہی ہوتے ہیں۔" رحمان صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

"دو.... دیکھیے.... قق.... قصہ یہ ہے...."

"بے فکری سے بتاؤ۔ جو کچھ بھی ہو۔" رحمان صاحب نے اُس کی ہکلاہٹ کا سلسلہ ختم کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کو یاد ہو گا۔ تین ماہ پہلے.... ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی ایک لڑکی قتل کر دی گئی تھی۔"

"ہاں تو پھر....!"

"ان دنوں یہ حضرت اس کے ساتھ دیکھے گئے تھے۔"

"ہوں! تمہیں کب علم ہوا ہے اس کا۔"

"اسی دن جب مسز پٹاکیا والا حادثہ پیش آیا تھا۔"

"کس طرح؟" رحمان صاحب اسے بغور دیکھ رہے تھے۔

"مسز پٹاکیا عرصہ سے پولیس لسٹ پر ہے۔ خراب لڑکیوں سے اس کی روزی چلتی ہے۔ یہ لڑکی مارتھا بھی اس کی خاص گاہکوں میں سے تھی۔"

"اوہ.... تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ...." رحمان صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے ان کی نظر بدستور اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

"میری سمجھ میں خود نہیں آتا کہ میں کیا کروں جناب! یہ بات میں نے ابھی تک اپنی ہی ذات تک محدود رکھی ہے۔"

"کیا بات ہوئی۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ وہ کسی لڑکی کے ساتھ بہت زیادہ دیکھا گیا تھا اور اس کا بھی مطلب ہوا کہ عام طور پر دیکھا گیا ہو گا....؟"

فیاض نے طویل سانس لی۔ رحمان صاحب اسے ٹٹولنے والی نظر سے دیکھ رہے تھے۔

"جی نہیں! یہ بات نہیں!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ حضرت اس سے چھپ چھپ کر ملتے تھے۔"

"تب پھر تمہیں اچانک اس کا علم کیسے ہوا؟"

"ایک دوسری لڑکی...." فیاض کی آواز نہ جانے کیوں کانپ گئی.... اور اس نے بوکھلائے

ہوئے انداز میں رحمان صاحب کے چہرے سے نظر ہٹا کر کہا۔ "جج۔۔۔ جناب۔۔۔ ایک لڑکی ہے جو اس راز سے واقف تھی۔۔۔ اس سے یہ بات مجھے معلوم ہوئی تھی!"

"اوہو۔۔۔ تو وہ عمران کو پہچانتی بھی تھی۔ تمہارے ساتھ اکثر دیکھا ہو گا۔" رحمان صاحب سر ہلا کر بولے۔

"جی نہیں۔۔۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟" رحمان صاحب جھنجھلا گئے۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ دیکھئے۔۔۔" فیاض نے بہت زیادہ بوکھلا کر کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور ایک لفافہ نکال کر رحمان صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

لفافے سے ایک تصویر برآمد ہوئی اور رحمان صاحب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے گھورنے لگے۔ یہ عمران ہی تھا کسی یوریشین لڑکی کے ساتھ۔۔۔

"تو یہی لڑکی قتل کر دی گئی تھی۔" رحمان صاحب نے کچھ دیر بعد کہا۔ "لیکن یہ تصویر کہاں سے ہاتھ لگی۔ قتل تمہارے بیان کے مطابق آج سے تین ماہ قبل ہوا تھا۔"

"وہ دیکھئے۔۔۔ اس لڑکی سے میری جان پہچان ہے جس سے یہ تصویر مجھے اتفاقاً اسی شام ملی تھی جب پھٹا کیا نے عمران پر حملہ کیا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا جناب! ورنہ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ کب 'کہاں' کیا ہو چکا ہے۔ لڑکی نے بات ہی بات میں مارتھا کی کہانی سنائی تھی۔ اس نے بتایا کہ مارتھا اس کی گہری دوست تھی اور اس سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاتی تھی۔ اسی نے اسے اپنے تازہ رومان کی کہانی سنائی تھی اور یہ تصویر بھی دی تھی۔۔۔!"

"ہوں تو پھر؟" رحمان صاحب کے خدوخال تیکھے ہوتے جا رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ عمران کسی قسم کی جواب دہی سے بچنے کے لیے۔۔۔ یہ کھیل۔۔۔"

"کیوں بکواس کر رہے ہو!" رحمان صاحب گرجے۔ "کیا تمہیں اس کے ذہنی اختلال میں شبہ ہے؟ شہر کے سارے بڑے ڈاکٹر اسے دیکھ چکے ہیں اور ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔"

"مم۔۔۔ میں نے۔۔۔ صرف اپنا خیال ظاہر کیا تھا جناب!"

"خیر میں دیکھوں گا۔" رحمان صاحب فوراً نرم پڑ گئے۔

"میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ دراصل میں تو صرف اسی لیے حاضر ہوا تھا کہ آپ کو صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ خدانخواستہ اس کا یہ مقصد نہیں تھا کہ عمران کو کسی جرم میں ملوث سمجھتا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ رومانی قسم کی لغویات میں کبھی نہیں پڑے۔"

"آج میں نے اسے کمرے میں بند کرادیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ کل تک حالت اتنی مخدوش نہیں تھی۔"

"مخدوش تو اب بھی نہیں ہے۔" رحمان صاحب نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔ "احتیاطاً یہ قدم اٹھایا ہے... ہاں اس لڑکی مارتھا کے متعلق اور کیا معلوم کیا ہے تم نے؟"

"بس یہی کہ وہ کوئی اچھی لڑکی نہیں تھی۔ اسی نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اپنے اسی رومان کی وجہ سے ماری گئی ہوگی.... کیونکہ شہر کے کئی متمول آدمی اس سے شادی کرنے کے بھی متمنی تھے لیکن وہ کاروبار کی حد سے کبھی آگے نہیں بڑھی۔ البتہ نئے رومان نے اس کی بڑی حد تک کایا پلٹ دی تھی.... یعنی وہ ان دنوں شریف بننے کی کوشش کرنے لگی تھی۔"

رحمان صاحب تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر بولے۔ "اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عمران کسی وجہ سے اس لڑکی مارتھا سے مل بیٹھا تھا تو اس میں مسز پٹناکیا کہاں سے آکودی؟"

"دیکھیے.... پھر محض قیاس ہی کروں گا۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ عمران نے اسی سلسلے میں پٹناکیا سے کوئی سودا کیا ہو؟"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے وہ پہلے سے بھی زیادہ فکر مند نظر آنے لگے تھے....!

* * *

صفدر چند لمحے اسی طرح میز کے گوشے پر ٹکا رہا پھر السٹر اتار کر بستر پر ڈال دیا۔ فلٹ ہیٹ بھی اتاری اور ایک جانب اچھال دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دیکھیے کتنے دنوں تک کشیدنی افیون کے دم لگانے پڑتے ہیں۔ اسے اس قسم کی منشیات سے بڑی نفرت تھی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اسے بہر حال کبڑے کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنی تھیں۔ اگر اس نگرانی کے اصل مقصد سے واقف ہوتا تو اپنی عقل بھی لڑاتا.... وقت بچانے کی بھی کوشش کرتا اور ضروری معلومات بھی فراہم کر لیتا۔

کچھ دیر بعد چنگ شی مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی لیکن خالی ہاتھ تھی۔ آج وہ کشیدنی

افیون نہیں لائی تھی۔

"ارے تم یونہی بیٹھے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" صفدر بھی مسکرایا۔

"میں کہتی ہوں جب تم نہیں پیتے تو خواہ مخواہ اچھی بھلی عادت بگاڑنے سے کیا فائدہ۔" اس نے بستر پر بیٹھے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا اور صفدر چونکتا نظر آنے لگا۔

"کیا مطلب؟" وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں جانتی ہوں کہ زیادہ تر گولیاں تمہاری جیب میں جاتی ہیں لیکن یہ دو چار ہی تمہیں بہت جلد عادی بنادیں گی۔"

"اوہ.... اب سمجھا۔" صفدر زبردستی ہنس پڑا....!" یہ بھی بزنس چمکانے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ گویا میں تاؤ میں آکر زیادہ سے زیادہ پینا شروع کردوں گا۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ کوئی مجھ سا نہیں زمانے میں...."

"غلط نہ سمجھو!" تمہارے بھلے ہی کو کہہ رہی ہوں۔"

"پھر بھی یہ حقیقت تو نہیں ہے جو تم کہہ رہی ہو۔ تم نے مجھے کب ایسا کرتے دیکھا تھا؟"

"خیر چھوڑو ختم کرو۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میرا کیا۔"

دفعتاً کبڑا کمرے میں گھس آیا.... لیکن دروازے سے صرف دو ہی قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ وہ صفدر کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے گرج کر چنگ شی سے کہا۔ "یہ کون ہے؟ جسے تمہاری خوابگاہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔"

"تم سے مطلب؟" چنگ شی غصیلے انداز میں الٹ پڑی۔

"مطلب۔" کبڑے نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالیں.... اور خاموشی سے اسے گھورتا رہا وہ غالباً غصے کی زیادتی ہی کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔

"تم مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کیا کرو سمجھے۔" چنگ شی نے چیخ کر کہا۔ "وہاں کوئی میز خالی نہیں تھی پھر کیا میں اسے گودام میں بھیج دیتی؟"

"پھر بھی میں برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی تمہاری خوابگاہ میں قدم رکھے۔"

"ارے واہ۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں ہاتھ نچا کر بولی۔ "خدا کی قدرت! چاندی کے

طشت میں پیشاب کراؤ گدھی سے اور ذرا اپنی صورت بھی دیکھ لو... کیا میں تمہاری جورو ہوں جو اس طرح آنکھیں دکھا رہے ہو جاؤ یہاں سے ورنہ دھکے دلوا کر نکال دوں گی۔ ہاں چنگ شی نام ہے میرا... چنگ شی“

”حرافہ“ کبڑا دانت پیس کر مکا تانے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

”مسٹر!“ صفدر نے ایک جست میں اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ ”پیچھے ہٹو یہ ایک عورت ہے... کوئی پہلوان نہیں جس پر تم کے بازی کی مشق کر سکو۔“

کبڑا رک کر اسے قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا... پھر یک بیک ایسا معلوم ہوا جیسے کسی غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ وہ بالکل ڈھیلا ڈھالا نظر آنے لگا۔ چہرے پر نرمی پھیل گئی اور ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی نظر آئی۔

”دھوکا کھاؤ گے دوست۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اس عورت نے جس طرح اس وقت مجھے ذلیل کیا ہے کل تمہیں بھی کرے گی... اس کا تعلق آدمی کی نسل سے نہیں ہے۔“

”او کتے بس اب چلے ہی جاؤ یہاں سے۔“ وہ جھلا کر کھڑی ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ کبڑے پر جھپٹ ہی پڑے گی اور اس کے دانت اس کی گردن میں پیوست ہو جائیں گے۔ جسم کا سارا لہو چوس لے گی۔

”بس ختم کرو۔ جانے دو۔“ صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”خدا کی پناہ... یہ چینی عورتیں غصے کی حالت میں کتنی حسین لگتی ہیں۔“

”بہت حسین!“ کبڑے نے پھر زہریلا لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”اس ریچھنی کی طرح جس نے شہد کی مکھیوں کے دھوکے میں بھڑوں کے چھتے پر ہاتھ مار دیا ہو۔“

”خاموش رہو۔“ وہ مٹھیاں بھینچ کر چیخی۔ ”نکل جاؤ... تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ۔ دفع ہو جاؤ... پھر کبھی تم دونوں کی شکلیں یہاں نہ دکھائی دیں۔ جاؤ...“

صفدر نے اسے گھور کر دیکھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

کبڑا بھی واپسی کے لیے مڑتا ہوا بولا۔ ”دیکھ لیا تم نے۔“

پھر اس کا غراہٹ نما طویل قہقہہ صفدر نکاسی کے دروازے تک سنتا رہا۔

اب وہ گلی میں تھا۔ ایک پل کے لیے ٹھٹکا اور پھر سڑک کی طرف بڑھ گیا۔

"ذرا ٹھہرو دوست۔" یک بیک پشت سے آواز آئی اور صفدر رک گیا۔ آواز دینے والا کبڑا ہی تھا۔ لیکن اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی صفدر نے کہا۔ "میں شکست تسلیم کر لینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"خدا غارت کرے اس عورت کو۔" کبڑا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم جیسے جوان آدمی بھی اس کے گرد بھنوروں کی طرح چکراتے رہتے ہیں۔"

"احمقوں کی سی باتیں نہ کرو دوست۔" صفدر بولا۔ "اس کا خیال ہے کہ میں نہ تو نشے باز ہوں اور نہ اس کا عاشق! تمہارے وہاں پہنچنے سے قبل وہ مجھ سے یہی کہہ رہی تھی۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟" کبڑے کے لہجے میں ہلکا سا تحیر تھا۔

"یہی کہ میں نشے باز نہیں ہوں ایک درجن میں سے صرف تین چار گولیاں نگلتا ہوں اور بقیہ جیب میں ڈال لیتا ہوں۔"

"اوہ.... تو کیا یہ حقیقت ہے؟"

"بکواس کرتی ہے۔" صفدر بولا۔ "مجھ سے زیادہ شاید تم بھی نہ پیتے ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نہ تو پینے کی غرض سے یہاں آتا ہوں اور نہ اس پر عاشق ہی ہوں۔"

"اوہ۔ آؤ.... چلتے رہو.... بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو کہیں اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ چلتے رہے.... سڑک پر پہنچ کر کبڑے نے ایک گندے سے ہوٹل کا رخ کیا۔ صفدر اپنی اصل شکل میں تو وہاں کبھی جھانکنے کا بھی روادار نہ ہوتا۔ بہرحال اس وقت تو جانا ہی پڑا۔ غیر متوقع طور پر آج اسی آدمی سے دوبدو ہونے کا موقع ہاتھ آ گیا تھا جس کے لیے اس نے اتنے پاپڑ بیلے تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ اس کیس سے بے حد بور ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب اپنی اس تگ و دو کا مقصد دریافت کرنے کے لیے وہ کبڑے کے گریبان پر ہاتھ بھی ڈال سکتا تھا۔

ایک گوشے میں اس نے ایک خالی میز منتخب کی۔

"آرام سے بیٹھو۔" کبڑے نے کہا اور پھر ویٹر کو بلا کر چائے کا آرڈر دیا۔

صفدر اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے اس کی طرف سے غیر مطمئن ہو۔

"ہوں! تو اب بتاؤ.... پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم دونوں ایک دوسرے کو عرصہ سے جانتے ہوں۔"

"مجھے تو نہیں محسوس ہوتا۔" صفدر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

کبڑا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تمہارا پیشہ کیا ہے؟"

"چنگ شی کے اڈے پر پائے جانے والے کسی معزز پیشے سے متعلق تو نہیں ہو سکتے۔" صفدر مسکرایا۔

"اوہو.... کیوں نہیں! سرکاری جاسوس بھی تو ہو سکتے ہیں۔" کبڑا بائیں آنکھ دبا کر چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ممکن ہے۔" صفدر نے لاپروائی سے کہا اور دیوار سے لگی ہوئی ایک فلم ایکٹرس کی تصویر کو گھورنے لگا۔

چائے آگئی۔ برتن گندے تھے لیکن صفدر کو طوعاً و کرہاً اس کا ساتھ دینا ہی پڑا....

"تم نفرت سے ہونٹ سکوڑ رہے ہو۔" کبڑے نے قہقہہ لگایا۔ "تمہاری پیشانی پر شکنیں ہیں۔"

"غلط سمجھے! میں تو اسی گندگی کا کیڑا ہوں.... کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"دھندا کیا ہے تمہارا....؟"

"اب تو مجھے بھی سوچنا پڑے گا۔" صفدر مسکرایا۔ "یقیناً سوچنا پڑے گا کہ چنگ شی کے اڈے پر سرکاری جاسوسوں سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔"

کبڑے نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ "تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟"

"پولیس انفارمر...." صفدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سانپ کی طرح پھپھکارا۔

اس پر کبڑا ہنستے ہنستے بے حال ہو گیا۔ پھر بولا۔ "اچھا چلو.... چائے ختم کر لو.... پھر میں تمہیں دکھاؤں گا کہ میرا دھندا کیا ہے۔"

○

رحمان صاحب نے ثریا سے عمران کے کمرے کی کنجی طلب کی۔

"میں بھی چلوں ڈیڈی؟" ثریا نے پوچھا۔

"نہیں!" رحمان صاحب کا لہجہ خشک تھا۔ ثریا فکر مند نظر آنے لگی۔ رحمان صاحب پہلی بار خود عمران کے کمرے میں جا رہے تھے۔

انہوں نے قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا۔ عمران سامنے ہی دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر

بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر خلا میں گھور رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے بیٹھے بیٹھے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔ رحمان صاحب کے اندر داخل ہو جانے پر بھی اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ پتھرائی ہوئی سی آنکھیں بدستور خلا میں گھورتی رہیں۔

رحمان صاحب بوکھلا گئے.... بدحواسی کے عالم میں پھر دروازے کی طرف پلٹنے ہی تھے کہ آواز آئی۔ "سلامالیکم"

وہ چونک کر مڑے۔ اب عمران کی آنکھیں ان کے چہرے کی طرف اٹھی ہوئی نظر آئیں لیکن وہ اب بھی پلکیں نہیں جھپکا رہا تھا۔

"فرمایئے۔" اس نے کھوکھلی سی آواز میں پوچھا بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے یک بیک کسی لاش کے ہونٹ ہلے ہوں اور آواز بھی نکلی ہو۔ چہرے پر زندگی کے آثار اب بھی مفقود تھے۔

رحمان صاحب کو بے پناہ غصہ آیا اور اس حرکت پر اور وہ ابل ہی تو پڑے۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" انہوں نے گرج کر کہا۔ "میں تمہاری یادداشت واپس لاؤں گا۔"

عمران اپنی ہی رو میں بولا۔ "نہیں چلے گی.... مدھوبالا نہیں چلے گی۔ گیتا بالی اس رول کے لیے مناسب ہے۔"

"میں کہتا ہوں کھڑے ہو جاؤ۔" رحمان صاحب پھر دہاڑے۔

"سلامالیکم...." عمران آہستہ آہستہ اٹھتا ہوا بولا۔

"اتنا پٹواؤں گا کہ ہوش ٹھکانے آجائیں گے سیدھی طرح بات کرو۔ مارتھا کون تھی؟"

"ہوگی کوئی ایکسٹرا...." عمران بولا۔ "ہیروئن کی بات کر رہا تھا.... سلامالیکم۔"

رحمان صاحب نے جھپٹ کر تڑاک سے ایک تھپڑ اس کے گال پر رسید کر دیا.... اور عمران دوسری طرف گرتا ہوا چیخا۔ "کٹ!"

پھر سنبھل کر اٹھا اور دروازے کے قریب جا کر رکا....

"ادھر دیکھو...." اس نے رحمان صاحب کو مخاطب کیا۔ "غلط آئے تھے.... اس طرح چل کر آؤ۔ پھر تھپڑ مارو.... سمجھے.... سلامالیکم.... جی....!"

"میں تمہیں پھانسی سے نہیں بچا سکوں گا۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔ "کیپٹن فیاض کو سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"اونہہ...." عمران منہ بنا کر بولا۔ "تم تو ڈھنگ سے ڈائیلاگ بھی نہیں بول سکتے اپنا سر کہاں دے ماروں؟"

"ہوش میں آجا۔" رحمان صاحب حلق کے بل دہاڑے اور انہیں کھانسی شروع ہو گئی۔

"یہ آواز بھی ہماری ٹیم پر نہیں چلے گی۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا "خیر اللہ مالک ہے.... سلامالیکم....!"

اس بار رحمان صاحب بری طرح ابل پڑے۔ وہ شور مچا کہ گھر کا ہر فرد وہیں آپہنچا حتیٰ کہ بیمار اماں بی تک!

رحمان صاحب عمران پر سوار اسے دونوں ہاتھوں سے بری طرح پیٹ رہے تھے۔

اماں بی.... چیختے چیختے تڑ سے گریں اور بے ہوش ہو گئیں۔

لڑکیاں جو رحمان صاحب کی صورت ہی سے خوف کھاتی تھیں اس طرح بدحواس ہو گئیں کہ انہیں کھینچ کھینچ کر عمران سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔

پھر رحمان صاحب کو ہی ہوش آیا اور وہ عمران کو چھوڑ کر ہٹ گئے۔

عمران اٹھ کر کپڑے جھاڑتا ہوا بولا۔ "یہ چلے گی.... نیچرل ایکٹنگ....."

رحمان صاحب چپ چاپ مڑے اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"سلامالیکم۔" انہوں نے دروازے سے گزرتے وقت عمران کی آواز سنی!

لائبریری میں آکر انہوں نے دروازہ بولٹ کر دیا۔ پڑھنے کی میز پر آبیٹھے۔ چند لمحے ساکت بیٹھے خلا میں گھورتے رہے.... پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

◆

بڑی شاندار عمارت تھی.... صفدر کی آنکھیں کھل گئیں.... کبڑا اسے ایک بند گاڑی میں یہاں تک لایا تھا اور صفدر تن بہ تقدیر اندھیرے میں بیٹھا گہری گہری سانسیں لیتا رہا تھا کھیل کسی نہ کسی طرح ختم کرنا تھا۔ کیونکہ اس نگرانی نے کافی بور بھی کیا تھا اور تھکایا بھی تھا۔

گاڑی رکی تھی.... اور وہ نیچے اترا تھا۔ لیکن گاڑی تو ایک بہت بڑے کمرے میں رکی تھی۔

اس کے فرشتے بھی اندازہ نہ کر سکتے کہ آمد کن راستوں سے ہوئی ہو گی اور اب وہ شہر کے کس حصے میں تھا.... کس عمارت میں تھا!

صفدر نے سوچا ممکن ہے کہ وہ اس میک اپ میں بھی پہچان لیا گیا ہو۔ اور اس وقت اس حرکت کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے ساتھیوں میں سے اگر کوئی بند گاڑی کا تعاقب کرے تو وہ بھی کبڑے کی نظر میں آ جائے۔

"واہ یار...." اس نے دفعتاً چہک کر کہا اور چاروں طرف متحیرانہ انداز میں دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔ "بہت گہرے معلوم ہوتے ہو۔ بہت دنوں سے ایسے ہی آدمیوں کی تلاش تھی.... اور بس اب تم مجھے بھی جھنڈ سے بچھڑا ہوا کوئی بھیڑیا ہی سمجھو۔"

"اونہہ.... ہونہہ!" کبڑے نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "بس میری ہی تعریف کیے جاؤ اپنے متعلق کچھ نہ کہو گے! میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی۔ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ چلو بس اب آؤ۔ گندے برتنوں میں بد مزہ چائے کا مداوا ہو جائے گا۔"

وہ وہاں سے چل کر ہال میں داخل ہوئے۔ جہاں لاکھوں روپے کا آرائشی سامان نظر آ رہا تھا۔ لیکن سامان کی سیٹنگ سے عمارت کا مالک اچھے ٹیسٹ کا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" کبڑے نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

صفدر بیٹھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے زمین ہی میں دھنستا چلا جائے گا۔

"کچھ اندازہ لگایا ہمارے متعلق۔" کبڑے نے پوچھا۔

"میں نے آج تک کوئی بادشاہ نہیں دیکھا۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن بادشاہوں کے ٹھاٹھ سنے ضرور ہیں.... اب تو تمہارا احترام کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"کرو گے...." کبڑے نے لاپروائی سے کہا۔ "میں دنیا کا بہت بڑا آدمی ہوں.... ساری دنیا کا بادشاہ سمجھ لو۔"

یک بیک صفدر نے خوفزدگی کی ایکٹنگ شروع کر دی۔

"دد.... دیکھئے.... جج.... جناب.... بھلا میں کیسے جان سکتا تھا کہ آپ کون ہیں.... شاید میں نے کچھ گستاخیاں بھی کی تھیں۔"

کبڑے نے قہقہہ لگایا.... دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "پرواہ مت کرو.... اس بیڈھنگے جسم

کے اندر بڑا شاندار دل ہے.... میں تو انہیں بھی معاف کر دیتا ہوں جو سڑکوں پر مجھ پر آوازے کستے ہیں.... اگر تمہیں معاف نہ کر دیا ہوتا تو یہاں لاتا ہی کیوں؟"

"میں بے حد شکر گزار ہوں جناب والا...." صفدر کھکھیا پھر کسی گھسے ہوئے خوشامدی کی طرح دانت نکال دیئے....!"

کبڑے نے تالی بجائی.... اور سارا ہال آرکسٹرا کی موسیقی سے گونج اٹھا.... دروازوں کے پردے ہلنے لگے اور پھر ہر دروازے سے تھرکتی ہوئی لڑکیوں کی ٹولیاں ہال میں داخل ہوتی نظر آنے لگیں۔

صفدر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ بھی بڑی شاندار ایکٹنگ تھی ورنہ ہزاروں تھرکتی ہوئی لڑکیاں بھی اسے متاثر نہ کر سکتیں۔ اس کی بوکھلاہٹ بالکل ایسی ہی تھی جیسے کوئی "بغدادی حجام" کسی الف لیلوی محفل میں آپھنسا ہو۔

"دیکھو۔ دیکھو! قریب سے جا کر ننھے بچے۔" کبڑے نے قہقہہ لگایا۔

باقاعدہ رقص شروع ہو چکا تھا۔ صفدر یونہی شغل کے طور پر لڑکیوں کا شمار کرنے لگا۔ کل بیالیس لڑکیاں تھیں۔ سبھی ایک سے ایک بڑھ کر۔ پھرتیلی اور زندگی سے بھرپور۔

تھوڑی دیر بعد کبڑے نے ہاتھوں کو گردش دی اور وہ سب ایک قطار میں سامنے والے دروازے سے نکل گئیں۔

موسیقی تھم گئی....! اب کبڑے نے پھر تالی بجائی اور بیس قوی ہیکل جوان ہال میں گھس آئے۔ ان کے ہاتھ میں چار چار فٹ لمبی لکڑیاں تھیں....!

انہوں نے قدیم فنون سپہ گری کے کمالات دکھانے شروع کر دیئے۔ صفدر سوچ رہا تھا کاش ایکس ٹو ان حالات سے بے خبر نہ ہو۔ کاش کسی نے بند گاڑی کا تعاقب کیا ہو جس میں وہ یہاں تک لایا گیا تھا۔

کھیل ختم ہو گیا.... اور وہ لوگ بھی باہر نکل گئے.... صفدر سوچ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کی اصل شکلیں نہیں ہو سکتیں۔ یقینی طور پر وہ میک اپ میں تھے۔

"کہو۔ کیا خیال ہے؟" کبڑے نے مسکرا کر پوچھا۔

"شاندار.... جناب والا۔"

"بھوک لگی ہے۔"

"ہے تو کچھ۔" صفدر پیٹ ٹٹولتا ہوا بولا۔

"آؤ....." وہ اٹھتا ہوا بولا۔

* * *

رات کے بارہ بجے تھے۔ کیپٹن فیاض کی گاڑی گرین اسکوائر کے سامنے رکی۔ انجن بند کر کے وہ نیچے اترا۔ یہ ایک شش منزلہ عمارت تھی۔ لیکن رات کو گیارہ بجے کے بعد لفٹ بند ہو جاتی تھی اور آنے والوں کو زینے استعمال کرنے پڑتے تھے خواہ چھٹویں ہی منزل پر کیوں نہ جانا ہو۔

فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ کیونکہ اسے چھٹویں ہی منزل پر جانا تھا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر اسے سانس لینے کے لیے رکنا پڑا۔ چند لمحے کھڑا ہانپتا رہا پھر ایک دروازے کی طرف بڑھا۔

دیر تک گھنٹی بجانی پڑی۔ تب اندر سے قدموں کی آواز آئی۔ دروازے کے قریب کوئی رکا اور پھر ایک بھرائی ہوئی سی نسوانی آواز آئی۔ "کون ہے؟"

"فف..... فیاض۔"

"مم..... مگر.....!" اندر سے کسی نے کچھ کہنے کی کوشش کی..... پھر سناٹا چھا گیا۔

"دروازہ کھولو..... کٹی..... میں کیپٹن فیاض ہوں۔"

"اس وقت..... مم..... میں..... دیکھیے کیپٹن۔"

"پرواہ مت کرو۔ دروازہ کھول دو۔ اگر تمہارا کوئی دوست اندر موجود ہے۔ تب بھی مجھے..... اعتراض نہ ہوگا۔"

اس نے سرگوشیاں سنیں۔ یقینی طور پر اندر ایک سے زیادہ آدمی موجود تھے۔

"کیا تم نے سنا نہیں۔" اس نے اس بار تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھٹ..... ٹھہریے!" نسوانی آواز کے ساتھ ہی بولٹ گرنے کا کھٹاکا بھی سنائی دیا اور دروازہ کھل گیا۔ ایک لڑکی جس کی عمر بیس اور پچیس کے درمیان رہی ہوگی... سامنے کھڑی نظر آئی۔ اس کے جسم پر سلیپنگ سوٹ تھا۔

"ہیلو کٹی۔" فیاض نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش دی لیکن اس کا انتظار نہ کر سکا کہ لڑکی راستہ چھوڑ کر ہٹ جاتی۔ بس درانہ اندر گھستا چلا گیا تھا۔

کٹی کا منہ خوفزدہ انداز میں کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ فیاض کمرے کے وسط میں رک کر اس کی طرف مڑا۔

"تم بہت پریشان نظر آ رہی ہو۔" اس نے کٹی سے کہا۔

"نہیں تو...."

فیاض نے دوسرے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا چند لمحے اس پر نظر جمائے رہا پھر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"وہ.... وہ.... کک کوئی بھی نہیں۔" کٹی ہکلائی۔

فیاض نے مسکرا کر کہا۔ "جو کوئی بھی ہو۔ اب اسے باہر نکال دو۔ میں کچھ دیر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" کٹی نے بے بسی سے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ اس سے کہو کہ وہ باہر چلا جائے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم ڈر کیوں رہی ہو۔ ہاہا۔ کیا حماقت ہے.... سنو ڈیئر.... نہ تم شیریں ہو اور نہ میں فرہاد.... بس جی بہلانے کے لیے کبھی کبھی مل بیٹھتے ہیں۔" فیاض نے کہا اور سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دباتا ہوا بولا۔ "میچ....!"

کٹی نے مینٹل پیس سے لائٹر اٹھا کر اس کی سگریٹ سلگائی اور پھر مضطربانہ انداز میں بند دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

دفعتاً فیاض نے بلند آواز میں کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو فوری طور پر باہر نکل چلو ایک پولیس آفیسر کٹی گراہم سے کچھ پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہے۔" پھر اس نے کٹی کی طرف دیکھا جو بے دلی سے مسکرا رہی تھی۔ لیکن اچانک اس کا چہرہ پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ نظر آنے لگا۔

فیاض دروازے کو گھورے جا رہا تھا۔ دوسری طرف سے کسی قسم کی بھی آواز نہ سنائی دی۔

آخر وہ جھلا کر اٹھا اور دروازے کو اس زور سے ٹھوکر ماری کہ پورا کمرہ جھنجھنا اٹھا۔ دونوں پاٹ کھل گئے لیکن.... کمرے میں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر اس نے پورا فلیٹ چھان مارا۔

"کون تھا؟ کہاں گیا؟" وہ کٹی کو گھورتا ہوا غصیلے لہجے میں بولا۔

"میرے خدا.... میں کیا کروں!" کٹی بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور آنکھیں بند کر کے اپنی کنپٹیاں سہلانے لگی۔

"کیوں؟" فیاض غرایا۔

"خدا جانے اب کیا ہو؟" کٹی نے سسکی لی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں.... کچھ نہیں.... آپ کیا پوچھنا چاہتے تھے.... میں بالکل یہی سمجھوں گی کہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں اور میں ایک پولیس آفیسر سے جواب دہی کر رہی ہوں۔"

اس کی آواز بھرا گئی اور دو موٹے موٹے قطرے آنکھوں سے گالوں پر ڈھلک آئے۔

"دیکھو کٹی!" فیاض نرم لہجے میں بولا۔ "اس میں شبہ نہیں کہ ہم دونوں دوست ہیں۔ لیکن میں اپنے فرائض کو دوستی سے زیادہ اہم سمجھتا ہوں۔ ویسے یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے لیے تمہیں پریشان ہونا پڑے۔ مارتھا ہی سے متعلق کچھ دریافت طلب باتیں یاد آگئی ہیں۔"

"مم.... مارتھا.... مارتھا.... خدا اس سے سمجھے! میرے لیے مصیبت بن گئی ہے۔"

"آخر تم رو کیوں رہی ہو؟"

"آپ کو جو پوچھنا ہو جلدی سے پوچھئے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"مسز پٹھاکیا کا نام سنا ہے کبھی! وہ جو مڈوائف ہے....!"

"میں نہیں جانتی۔"

"اچھا تو دیکھو...." فیاض نے ایک طویل سانس لی اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "تم اسے جانتی ہو۔ اچھی طرح جانتی ہو۔ اگر کوئی اس کے متعلق پوچھ گچھ کرے تو یہی بتانا کہ مارتھا اس کی مستقل گاہک تھی۔ وہ مڈوائف ہے۔ کہہ دینا شاید کسی اسپتال میں ملازم بھی ہے۔ اسپتال کا پوچھا جائے تو کہہ دینا معلوم نہیں۔ خود ذاتی طور پر اس سے واقف نہیں ہو۔ مارتھا ہی نے ایک بار تذکرہ کیا تھا۔"

"میں مارتھا کو بھول جانا چاہتی ہوں۔ میں اس کے متعلق کسی سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتی۔ میں ہرگز کسی کو یہ نہیں بتاؤں گی کہ مارتھا کو جانتی بھی تھی.... میں پھانسی کے تختے پر بھی اس سے انکار کر دوں گی کہ تم مجھ سے اس کی تصویر لے گئے تھے۔"

"کیا بک رہی ہو؟" فیاض نے آنکھیں نکالیں۔

"جیل میں سڑنا گوارہ ہے لیکن سڑک پر ایڑیاں رگڑ کر مرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"اوہ.... کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں۔ بس جاؤ۔ اس وقت میں بھی بھلا دوں گی کہ تم میرے گہرے دوست ہو.... ہم نے سینکڑوں خوشگوار شامیں ساتھ گذاری ہیں۔ اگر چاہو تو سزا بھی دے سکتے ہو مجھے۔ صبح یا اسی وقت کسی کو بھیج دینا ہتھکڑیاں لگا کر لے جائے گا۔"

"کیا تم نشے میں ہو۔ ڈارلنگ۔" فیاض بے بسی سے مسکرایا۔

"مارتھا کے مسئلے پر پاگل بھی ہوں۔ کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"یہ مت بھولو کہ تم ایک ذمہ دار آفیسر سے اس لڑکی کے متعلق گفتگو کر رہی ہو جو قتل کر دی گئی تھی۔ جو تمہاری اتنی قریبی دوست تھی کہ اپنے رومان کی یادگاریں بھی تمہارے حوالے کر دیتی تھی۔"

"یہ قطعی غلط ہے کیپٹن۔" کٹی نے خشک لہجے میں کہا۔

فیاض کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں اور وہ خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ کٹی کے رویہ پر اسے حیرت تھی۔ اس روپ میں پہلے کبھی نہیں دکھائی دی تھی۔

پھر اب کیا ہوگا وہ سوچ میں پڑ گیا۔ رحمان صاحب کے سامنے ایک غلط بات زبان سے نکل گئی تھی۔ انہوں نے سوالات ہی اس انداز میں کئے تھے کہ وہ بوکھلا گیا تھا.... ورنہ مسز پچاکیا کا اس کیس سے تعلق ظاہر کرنا حماقت ہی تھی۔ محض عقلی گدا۔ اس نے محض اس بنا پر اس کے بارے میں سوچا تھا کہ وہ ایک بدنام مڈوائف تھی اور مارتھا ایک پولشڈ قسم کی پیشہ ور لڑکی۔ وہ اس کے متعلق سوچتا رہا تھا اور یہی بات رحمان صاحب کے سامنے بھی زبان سے پھسل گئی تھی۔

دفعتاً وہ ہنس پڑا اور بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ تم نشے میں ہو! خیر آرام کرو! پھر بات کروں گا۔ چلو اچھا یہی سہی.... اب تم بھول ہی جاؤ کہ مارتھا سے بھی تمہاری جان پہچان تھی.... مگر یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جو تمہیں سڑک پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے پر مجبور کرے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی.... خدا کے لیے مجھے بور نہ کرو کیپٹن۔" وہ پھر اپنی کنپٹیاں دبانے لگی۔

"اچھا اچھا۔" فیاض نے سر ہلا کر نرم لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا... اسے توقع تھی کہ اس طرح وہ اپنا رویہ تبدیل کر دے گی۔ آواز دے کر اسے روکے گی.... لہٰذا وہ رو میں باہر نکلا چلا آیا۔ اب باہر نکل کر رکنا یا مڑ کر دیکھنا بھی بری سی بات تھی۔ اس نے دروازہ بند

ہونے کی آواز سنی اور دانت پیس کر رہ گیا۔

کٹی کو وہ بہت دنوں سے جانتا تھا۔ اس کی دانست میں وہ ایک سادہ لوح پیشہ ور لڑکی تھی۔ لیکن اس وقت کیا ہو گیا تھا اسے۔ اوہ.... تو وہ کسی سے خائف تھی.... اندر کون تھا جو اس طرح غائب ہو گیا تھا۔ اس نے یقینی طور پر کچن کا دروازہ استعمال کیا ہوگا۔ جو عقبی گلیارے میں کھلتا تھا۔

نیچے آکر فیاض نے گاڑی سنبھالی اور گھر تک پہنچنے کے لیے ایک ویران سڑک سے گذرنا پڑا.... ڈیڑھ بج رہے تھے.... بارونق ترین سڑکوں پر بھی اکادکا راہ گیر نظر آ رہے تھے۔

پھر مڈلٹن کی کراسنگ سے ایک فرلانگ ہی آگے گیا تھا کہ یک بیک پورے بریک لگانے پڑے اور وہ انجن بند کر کے نیچے اتر آیا ہیڈ لیمپ روشن ہی رہنے دیئے کیونکہ وہ چیز روشنی ہی کے دائرہ انعکاس میں تھی جس نے اسے اس طرح گاڑی روکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

سیاہ رنگ کا ایک بنڈل جس سے دو انسانی پیر باہر نکلے ہوئے تھے۔

فیاض چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر آگے بڑھا۔

بنڈل میں جنبش ہوئی اور کوئی چمکدار چیز اس سے باہر نکل کر روشنی میں آ گئی۔ فیاض ٹھٹھک گیا۔ یہ کسی نکل پولشڈ ریوالور کی نال ہی ہو سکتی تھی۔

"نہیں۔" بنڈل سے غرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔"

غیر ارادی طور پر فیاض کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ ورنہ اس نے بھی ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی۔ پھر اس کے سارے جسم میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی۔ کتنا بھیانک چہرہ تھا.... وہ اب بھی کمبل ہی میں لپٹا ہوا سڑک پر پڑا تھا اور ریوالور پوری طرح باہر آ گیا تھا۔

"اپنے کام سے کام رکھئے کپتان صاحب! مارتھا کے قتل کی تفتیش آپ نہیں فرما رہے۔" خوفناک چہرے والے نے کہا۔

"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو!" فیاض بھی غرایا۔

"مشورہ.... جو ابھی دیا نہیں گیا۔ سنئے!" خوفناک اجنبی نے جھنکار پیدا کرنے والی آواز میں کہا۔ "آپ بہت عقلمند آدمی ہیں.... لیکن شاید مارتھا کے قتل کے چکر میں پڑ کر آپ اپنا عہدہ بھی کھو بیٹھیں۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے؟" فیاض نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"دھمکی ہی سہی۔" وہ کمبل پھینک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "میں لوگوں کو جان سے نہیں مارتا لیکن حلیہ ضرور بگاڑ دیتا ہوں۔ میری شکل دیکھ رہے ہو نا۔ مجھے حسین سے حسین چہرے پر بھی رحم نہیں آتا۔ کبھی میرا چہرہ بھی بہت حسین تھا۔ مگر وہ زہریلی تلوار مجھے آج بھی یاد ہے جس نے.... دیکھ رہے ہو نا....!"

فیاض آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اس کا چہرہ پیشانی سے ناک کی نوک تک دو حصوں میں تقسیم دکھائی دیتا تھا۔ ایک گہری لکیر تھی جو پیشانی کے وسط سے ناک کی نوک تک سیدھی چلی آئی تھی اور ناک تو شاید پہلے ہی سے موٹی اور بھدی رہی ہو۔ یہ غالباً تلوار ہی کا زخم تھا جو مندمل ہو جانے کے باوجود بھی اپنی گہری نشانی چھوڑ گیا تھا۔

ڈاڑھی بے تحاشہ بڑھی ہوئی تھی اور مونچھیں اتنی گھنی تھیں کہ ہونٹ بالکل چھپ گئے تھے۔

"یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے.... ویسے اگر تمہارا دل چاہے تو اپنا ریوالور بھی نکال سکتے ہو.... میں تمہیں کسی اناڑی لڑکے کی طرح مار ڈالوں گا.... حسرت ہو تو نکال لو۔"

"میں تمہارے جغرافیہ پر غور کر رہا ہوں۔" فیاض نے خوش مزاج اور لاپرواہ بننے کی کوشش کی.... ایسا لہجہ اختیار کیا جیسے اسے صرف مسخرہ پن سمجھتا ہو۔

"میرا جغرافیہ یہ ہے کہ میں سردیوں میں بھی سطح سمندر سے لاکھوں فٹ کی اونچائی پر پایا جاتا ہوں۔ گرمیوں میں خط استوا پر ملوں گا.... برسات اس لیے پسند نہیں کہ وہ خون کی برسات نہیں ہوتی...."

"کیا تم ہی مارتھا کے قاتل ہو؟"

"دس ہزار بار.... ہاں"

"قتل کی وجہ....؟"

خوفناک آدمی نے ایک وحشت ناک سا قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ "بڑے قابل آفیسر ہو کپتان صاحب۔ گویا میں نے اس وقت تمہیں اس لیے روکا تھا کہ میری زیارت سے فیض یاب ہو جاؤ"

"کیا مطلب....؟"

"وجہ میں تمہیں بتا دوں گا۔ وجہ ہی چھپانے کے لیے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کیس میں ہاتھ نہ لگاؤ.... دوسروں کو جھک مارنے دو اور پھر یہ کیس تو سرکاری طور پر بھی تمہارے سپرد

نہیں کیا گیا۔ ابھی پولیس ہی کے زیر تفتیش ہے۔"

"تو پھر....؟"

"اگر تم نے ہاتھ لگایا تو شاید وجہ بھی معلوم کر لو.... کیونکہ تمہارے علاوہ اور کون ہے یہاں کے آفس میں....! بہر حال میں یہ تو پسند کر سکتا ہوں کہ خود پھانسی پر لٹکا دیا جاؤں لیکن قتل کی وجہ کا راز.... وہ میری زندگی سے بھی زیادہ قیمتی ہے.... بس اسی سے اندازہ کر لو.... اس کی اہمیت کا۔ اگر میں پولیس کے ہاتھ لگ بھی جاؤں تو بلاشبہ اعتراف جرم کر لوں گا لیکن وجہ جرم غالباً جہنم کے فرشتے بھی مجھ سے نہ معلوم کر سکیں۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے وہ تو ریوالور نکال لینے کی بھی دعوت دے چکا تھا.... خواہ مخواہ کسی قسم کا خطرہ مول لینا بھی حماقت ہی ٹھہرتی۔ کیوں نہ اسے دم دلاسہ دے کر کسی دوسرے زاویہ سے جکڑا جائے۔

"تم یہ بھی ٹھیک ہی کہتے ہو کہ کیس ابھی تک میرے پاس نہیں آیا لیکن یہ معاملہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل بھی جانتے ہیں مارتھا کے قتل کے بارے میں۔"

"سارا زمانہ جانتا ہے پھر اس سے کیا؟ مجھے صرف وجہ چھپانی ہے....!"

فیاض نے سوچا کہیں یہی تو نہیں دھمکاتا رہا کٹی کو بھی....!

"میں مارتھا کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" فیاض نے کہا۔ "لیکن....!"

"جن کے ذریعہ کچھ معلوم ہو سکتا ہے اسے بھی میں نے خاموش کر دیا ہے۔ نہیں مانے گی تو اس کا بھی مارتھا ہی کا سا حشر ہو گا۔"

"اوہ.... تو کیا اس وقت تم ہی تھے کٹی کے فلیٹ میں؟"

"یقیناً.... میں ہی تھا۔"

"مسز پھٹاکیا کو جانتے ہو؟" فیاض نے غیر ارادی طور پر پوچھ لیا۔ "وہ تموتھی میٹرنٹی ہوم میں مڈوائف ہے۔"

خوفناک اجنبی نے بے ہنگم سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "زندہ دل بھی معلوم ہوتے ہو۔ نہیں مجھے آج تک کسی مڈوائف کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی کیونکہ وائف ہی نہیں رکھتا۔ اب تم مجھے ادھر ادھر کی باتوں میں الجھا کر کوئی حرکت کرنا چاہتے ہو کپتان صاحب! لیکن تم غفلت میں بھی

مجھ پر ہاتھ نہ ڈال سکو گے۔ یہ دیکھو! یہ ریوالور بھی زمین پر ڈال دیا۔ اپنا ریوالور نکالو یا اسے ہی اٹھا کر فائر کر دو مجھ پر....!"

"یار بڑے دلچسپ معلوم ہوتے ہو!" فیاض نے ہاتھ گراتے ہوئے کہا۔

"ہاں.... ہاں.... نکالو اپنا ریوالور...." اجنبی بولا۔

"ارے نہیں۔" فیاض خواہ مخواہ ہنس پڑا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس کا ہاتھ کوٹ کی سائیڈ پاکٹ میں رینگ گیا تھا.... لیکن ریوالور ندارد.... وہ چکرا گیا۔

"میں اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہوں کپتان صاحب! تمہارا ریوالور بھی میرے ہی پاس ہے۔ تم جب کٹی کے کچن کے عقبی دروازے سے نکل رہے تھے اس وقت میں کچن ہی میں نعمت خانے کے پیچھے موجود تھا.... بس ذرا سا ہاتھ بڑھانا تھا۔ مگر کمال ہے کہ تم اپنی جیب کے وزن سے بھی غافل ہو جاتے ہو.... بھئی واقعی کمال ہے...."

فیاض بری طرح جھلا گیا اور اسی جھلاہٹ کے عالم میں جیسے ہی اس کا ریوالور اٹھانے کیلیے جھکا.... آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ گھونسہ نہیں پہاڑ تھا جو بائیں کنپٹی پر پھٹ پڑا تھا۔

پھر ذہن بتدریج "ناچو ستارو.... ناچو.... اب چاند نکلنے والا ہے۔" کی تفسیر ہی بنتا چلا گیا۔

فیاض لہرایا اور سڑک پر ڈھیر ہو گیا....!

○

صفدر ایک بار پھر اسی بند گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ پتہ نہیں یہ واپسی کا سفر تھا یا اب اور کہیں لے جایا جا رہا تھا۔

کبڑے کا تزک و احتشام دیکھ کر اس کی عقل چکرا گئی تھی۔ کھانے کی میز بھی معمولی نہیں تھی۔ کبڑا صدر نشین تھا اور اس کے ساتھ صفدر کے علاوہ پچاس آدمی اور بھی بیٹھے تھے لیکن یہ سب بھی میک اپ ہی میں معلوم ہوتے تھے۔

آخر میں کبڑے نے بڑی حقارت سے پوچھا تھا۔ "تم آخر میرے لیے کیا کر سکو گے؟"

"جان تک دے سکتا ہوں۔" صفدر نے بڑے خلوص سے کہا تھا۔

"جان لے کر کیا کروں گا۔ کیا فائدہ؟"

"ہر امتحان کے لیے حاضر ہوں۔" صفدر نے پھر بصد خلوص سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" کبڑا مسکرایا۔ "امتحان بھی ہو جائے گا۔ مگر کیسا.... جہنم میں چھلانگ لگانے کو نہیں کہوں گا۔ بہت ہی معمولی سا امتحان ہوتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو.....!" صفدر نے ضدی بچوں کے سے انداز میں سر ہلا کر کہا تھا۔

"لاؤ..... ریوالور نکالو۔"

صفدر نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر جیب سے ریوالور نکال کر اس کے حوالے کر دیا تھا۔

"نشانہ کیسا ہے؟" کبڑے نے ریوالور کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کوئی بڑا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔ لیکن اچھالی ہوئی ٹینس کی گیند پر بھی کم ہی خطا ہوا ہے۔"

"اچھی بات ہے تو میں یہ چائے کا کپ اچھالنے جا رہا ہوں۔ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اسے ٹوٹنا چاہئے۔"

کبڑے نے ریوالور دوبارہ اسے واپس کر کے میز سے چائے کا ایک کپ اٹھایا تھا اور فضا میں اچھال دیا تھا۔ لیکن زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کے ٹکڑے چاروں طرف بکھر گئے تھے اور ریوالور سے نکلی ہوئی گولی نے ایک قد آدم تصویر کا کینوس بھی پھاڑ دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" کبڑے نے پسندیدگی ظاہر کر کے کہا تھا۔ "لیکن اسے امتحان نہ سمجھ بیٹھنا۔"

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گئے تھے.... لیکن اس بار صفدر بند گاڑی کے عقبی حصے میں تنہا نہیں تھا۔ کبڑا بھی اس کے ساتھ تھا۔ صفدر بری طرح چکرایا ہوا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہے؟

دفعتاً کبڑے نے کہا۔ "کیا تم راہ چلتے کسی کو گولی مار سکو گے؟"

"ممکن ہے...."

"پکڑے گئے تو...."

"دیکھا جائے گا۔" صفدر نے کہا۔ "مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ آنے والے لمحات کیسے گزریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اگر کوئی کام احتیاط سے کیا جائے تو تم اس سے بھی بے نیاز ہو سکتے ہو کہ آئندہ لمحات میں کیا ہوگا۔ اب تم اپنے پاس سائیلنسر لگا ہوا ریوالور رکھا کرو۔"

"مگر گولی کسے مارنی ہے.... کیا ضروری ہے کہ سڑک پر ہی ماری جائے؟"

"وہ موقع نہیں دیتا۔ چھلاوہ ہے.... اس لیے یہی مناسب ہے کہ جہاں بھی نظر آئے فوراً

گولی مار دو۔"

"کیا پہلے بھی کبھی کوشش کی گئی تھی؟"

"کئی بار.... لیکن تمہارا نشانہ اچھا ہے.... مجھے ابھی تک تمہارے جیسا کوئی نشانہ باز نہیں مل سکا تھا۔"

"اب جلدی سے بتائیے بھی کہ وہ کون ہے۔ میری بے چینی بڑھ رہی ہے۔ خون کی پیاس!"

صفدر اس طرح خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا جیسے سچ مچ وہ بڑی پیاس محسوس کر رہا ہو۔

گاڑی کا یہ حصہ تاریک نہیں تھا ایک چھوٹے سے بلب کی روشنی میں وہ ایک دوسرے کا چہرہ بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

کبڑے نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔ "ویری فائین! تم یہ کام کر سکو گے.... خیر.... ہاں وہ آدمی لاکھوں میں بھی پہچانا جا سکتا ہے۔ جہاں بھی نظر آئے بے دریغ گولی مار دینا! خواہ ہزاروں کے مجمع میں ہو۔ تمہیں پھانسی سے بچانا ہمبگ دی گریٹ کا کام ہوگا۔"

"ہمبگ دی گریٹ۔" صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اوہ.... میں ہمبگ دی گریٹ ہوں۔" کبڑے نے تن کر شاہانہ وقار سے کہا۔

صفدر نے بدقت ہنسی ضبط کی اور پھر اس آدمی کا اتا پتہ پوچھنے لگا جسے گولی مارنی تھی۔

"وہ بڑی آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔" کبڑا بولا۔ "اس کا چہرہ پیشانی سے ناک کی نوک تک دو حصوں میں تقسیم ہے۔" صفدر ہنس پڑا۔

"تم ہنس رہے ہو۔" کبڑا اسے گھورتا ہوا سانپ کی طرح پھنکارا۔ "کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟"

اس بار صفدر نے پھر بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ شروع کر دی۔ "نن.... نہیں.... جناب.... مم.... مطلب یہ کہ ایسا چہرہ.... یعنی کہ دو حصوں میں.... تت....!"

"ہاں.... وہ ایسا ہی چہرہ ہے.... جسے غالباً تلوار کے لمبے زخم نے بگاڑا ہوگا.... کیا ایسا آدمی ہزاروں میں نہیں پہچانا جا سکتا؟"

"بالکل.... بالکل جناب.... اب پتہ بتائیے۔"

"پتہ ہی تو نہیں معلوم.... ورنہ وہ تمہارے انتظار میں کب زندہ رہتا!" کبھی کا ٹھکانے لگ

چکا ہوتا.... بس کبھی کبھی نظر آ جاتا ہے۔ لیکن خطرات کی بو اسی طرح سونگھتا ہے جیسے نیولا سانپ کی....!"

"اوہ.... اچھا میں دیکھوں گا۔ کیا آپ نے اس پر کبھی سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نہیں استعمال کیا....؟"

"تین بار۔ لیکن اس کے ستارے اچھے ہیں۔ اسے تلاش کر کے مارنا ہے اگر پکڑے گئے تو پھانسی سے بچانے کی ذمہ داری میری بچ کر نکل آئے تو.... ہاہا.... زندگی بھر عیش کرو گے۔ ہمبگ دی گریٹ کے معمولی وفادار بھی شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" صفدر نے ایک طویل سانس لی۔

"مگر.... یہ بھی امتحان نہیں ہے۔" ہمبگ نے خشک لہجے میں کہا۔

"ارے تو پھر وہی بتایئے نا"

"ابھی ہو جائے گا امتحان بھی۔" ہمبگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ گاڑی یکساں رفتار سے راستہ طے کر رہی تھی۔

صفدر سوچ رہا تھا.... چکر ہی چکر.... پہلے اس ہمبگ کی اس طرح تلاش تھی جیسے گھاس کے گٹھرے سے سوئی ڈھونڈ نکالنی ہو اور اب یہ مردود بھی کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش اس کے ذمے ڈال رہا ہے جس کی جائے رہائش کا پتہ نہیں۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ گاڑی کی رفتار نسبتاً کم ہو گئی ہے۔ پھر وہ کسی جگہ رک ہی گئی.... باہر سے کئی قدموں کی آوازیں آئیں.... اور گاڑی کا عقبی دروازہ کھلا۔

"اترو۔" ہمبگ نے صفدر سے کہا۔

صفدر بے چوں و چرا اتر آیا۔ یہ ویرانے سے گزرنے والی کوئی سڑک تھی۔ چھ آدمی یہاں غالباً پہلے ہی سے موجود تھے۔

صفدر سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا ہوگا.... کہ وہ سب اس پر ٹوٹ پڑے۔

"ارے.... ارے...." وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ گھیرنے والوں کا حلقہ تنگ ہو چکا تھا اس لیے ہاتھ پیر ہلانا بھی دشوار ہو گیا۔ گویا بے خبری ہی میں مارا گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمبگ ایسی شاندار مہمان نوازی کے بعد اس طرح پیش آئے گا۔

انہوں نے صفدر کو زمین پر گرا لیا تھا اور تین آدمی اسے دبوچے ہوئے تھے۔ وہ ان کی گرفت سے نکل جانے کے لیے بری طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ کیا ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نے سوچا اور پھر بالکل پاگلوں کے سے انداز میں جدوجہد شروع کر دی لیکن اب دبوچنے والوں میں چوتھے آدمی کا اضافہ ہو جانے کی بنا پر چھٹکارا مشکل ہی نظر آتا تھا۔

"تو ہمبگ دی گریٹ!" صفدر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "یہ کیا بیہودگی ہے۔ ذلیل۔ کمینے۔ دھوکے باز۔"

ہمبگ کا قہقہہ سناٹے میں گونجا اور پھر اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ امتحان ہے۔"

"کیسا امتحان.... چھوڑو مجھے....!"

"مجھے وہ لوگ سخت ناپسند ہیں جنہیں مجھ پر غصہ آ جائے.... میرے کسی وفادار کو مجھ پر کبھی غصہ نہیں آتا.... ہاں.... چلو اٹھاؤ....!"

بس پھر صفدر جھولا جھولتا ہوا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ پیر دوسروں کے ہاتھوں میں تھے اور وہ خلاء میں اس طرح جھکولے کھا رہا تھا جیسے وہ اسے کہیں دور پھینک دینے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

صفدر پھر دہاڑا۔

"بری بات۔" ہمبگ نرم لہجے میں بولا۔ "میرا احترام کرنا سیکھو۔ اب تو بار بار تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ جب میں دیکھ لوں گا کہ اب تمہیں مجھ پر غصہ نہیں آتا تو.... امتحانات کا سلسلہ ختم اور اصل کام شروع.... مگر دیکھو.... اس آدمی کی تلاش سے غافل نہ رہنا.... اچھا خدا حافظ۔"

آخری جھکولا دے کر انہوں نے صفدر کو چھوڑ دیا۔

"چھپاک۔" صفدر نے اپنے گرنے کی آواز سنی.. اور پھر وہ دلدل میں دھنستا ہی چلا گیا....

اس ٹھنڈی رات میں وہ برف ہی کی دلدل معلوم ہو رہی تھی۔ بدقت تمام وہ اپنا سر بچا سکا۔ کہنیاں ٹھوس زمین سے ٹک گئیں۔ دلدل گہری نہیں تھی ہو سکتا ہے کسی تالاب کا کنارا ہی رہا ہو۔

جان میں جان آئی۔ ورنہ وہ تو سمجھا تھا شاید اب وہ اسے ذبح ہی کر دیں گے۔ پھر کہاں کا غصہ اور کہاں کی جھلاہٹ.... اس کے رندھے ہوئے حلق سے ایک عجیب قسم کا قہقہہ آزاد ہوا.... جس میں بیچارگی بھی شامل تھی اور غیر متوقع طور پر جان بچ جانے کی خوشی بھی۔

"شاباش!" دور سے ہمبگ کی آواز آئی۔ "ضرور چلو گے.... غصہ تو نہیں آیا مجھ پر؟"

پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی....!

O

خبر سنسنی خیز تھی اور غالباً ہر روزنامے میں شائع ہوئی تھی۔

کیپٹن فیاض نے بھی اسے دیکھا اور ایک طویل سانس لی۔ وہ ناشتے کی میز پر تھا۔ چائے ختم کر کے سگریٹ سلگائی....!

"فون ہے سرکار۔" ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی۔

فیاض برا سا منہ بنائے ہوئے اٹھ گیا۔ اس کی بیوی کہہ رہی تھی۔ "کسی وقت سکون نہیں ملتا۔"

فیاض فون والے کمرے میں آیا.... "ہیلو....!"

دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز سن کر چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ کیا ہوا بھئی؟" انہوں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کیا عرض کروں جناب۔ پچھلی رات زیرو روڈ سے گذر رہا تھا اچانک پچھلا پہیہ برسٹ ہو گیا۔ گاڑی روکنی پڑی۔ پھر اترا ہی تھا کہ تین چار آدمی بے خبری میں ٹوٹ پڑے۔ دوسری بار ہوش آنے پر خود کو سول اسپتال میں پایا تھا۔ پانچ سو روپے جیب میں تھے جن کا پتہ نہیں۔"

"چوٹ تو نہیں آئی۔"

"اسی پر تو حیرت ہے جناب!" فیاض نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "پتہ نہیں میں کیسے بیہوش ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ سسٹم پر کسی خواب آور چیز کا اثر بھی نہیں معلوم ہوتا۔ کیا یہ ممکن نہیں جناب کہ اخباروں پر کچھ پابندیاں عاید کر دی جائیں۔"

"کیسی پابندیاں....؟"

"پولیس سے متعلق ایسی خبریں نہ شائع کی جائیں جس سے پولیس کی بے وقعتی ہو۔"

"خیال ٹھیک ہے۔ کوشش کی جائے گی۔"

"چار بجے میں نے اسپتال میں حلقہ کے انسپکٹر کو اس واقعہ کے متعلق بتایا تھا اور صبح کے روزناموں میں خبر دیکھ لیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ خبر بڑی اہم رہی ہو۔"

"ہوں.... ایسا نہ ہونا چاہئے۔"

"میں ابھی خود ہی حاضر ہونے والا تھا۔"

www.urdufanz.com

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں.... وہ دیکھئے میرا خیال تھا کہ شاید مارتھا کا تعلق مسز پٹھاکیا سے بھی رہا ہو۔"

"تو پھر؟"

"پچھلی رات میں اسی کے متعلق چھان بین کر رہا تھا لیکن کوئی ایسا ثبوت نہیں مل سکا۔ مطلب یہ کہ مارتھا کا مسز پٹھاکیا سے کسی قسم کا تعلق نہیں ثابت ہو سکا۔"

"خیر۔ چھوڑو اسے.... اگر ممکن ہو تو یہیں چلے آؤ.... وہ کمبخت دردسر بن کر رہ گیا ہے۔"

"ابھی حاضر ہوا جناب!" فیاض نے اطمینان کی سانس لی اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔

رحمان صاحب آؤٹ ہاؤز کے قریب لان ہی پر ملے۔ غالباً ناشتے کے بعد چہل قدمی کے لیے نکلے تھے۔

"میں نے اس مسئلے پر بہت سوچا ہے فیاض! لیکن عقل کام نہیں کرتی۔" رحمان صاحب نے کہا۔ فیاض کچھ نہ بولا۔ رحمان صاحب کہتے رہے۔ "وہ خود کو فلم ڈائریکٹر سمجھنے لگا ہے پتہ نہیں کن کن اوٹ پٹانگ فلموں کے نام لے کر کہتا ہے کہ وہ میری ڈائریکٹ کی ہوئی ہیں۔"

"دیکھئے کب یادداشت واپس آتی ہے۔" فیاض نے مسمسی صورت بنا کر ٹھنڈی سانس لی۔ اس وقت وہ بہت مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

رحمان صاحب نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ مزید بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا۔

"میں دراصل اس تصویر کے متعلق بھی سوچتا رہا ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"ارے.... وہ کچھ نہیں! پتہ نہیں قصہ کیا ہو رہا ہو!" فیاض جلدی سے بولا۔

"نہیں.... میں مطمئن نہیں ہوں...."

فیاض نے پھر سنبھالا لیا اور پیشانی پر شکنیں ڈال کر متفکرانہ لہجے میں بولا۔ "جی ہاں! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی.... فلم ڈائریکٹر سمجھنے لگے ہیں خود کو۔ میرا خیال ہے کہ انہیں فلموں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی اور نہ کبھی میں نے انہیں فلمی قسم کے لوگوں کے ساتھ ہی دیکھا ہے۔"

"اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے کیسوں میں عموماً صحیح الدماغی کی حالت کے ہوائی قلعے بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فلمی زندگی سے اپنی وابستگی کے متعلق ہوائی قلعے بناتا رہا ہو۔"

"سوچا بھی نہیں جا سکتا جناب....! فلمی زندگی کے متعلق ہوائی قلعے....!"

"ناممکن نہیں ہے۔ البتہ کسی آدمی کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔ میں ایک ایسے انتہائی دولت مند آدمی کو جانتا ہوں جو اپنے ٹیلر ماسٹر ہونے کے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتا ہے۔ یقیناً ہنسنے کی بات ہے.... لیکن وہ بہر حال اسی قسم کے ہوائی قلعے بناتا ہے۔"

"خدا جانے...." فیاض نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

رحمان صاحب نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک کنجی نکالی اور اسے فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "یہ رہی اس کے کمرے کی کنجی۔ لیکن یہ مجھے ہی واپس ملنی چاہئے۔ جاؤ دیکھو ممکن ہے تم ہی کچھ کار آمد ثابت ہو سکو۔"

فیاض نے ایسے انداز میں کنجی سنبھالی جیسے یہ اس کے لیے کوئی بہت بڑا اعزاز ہو۔ پھر عمران کے کمرے تک بآسانی پہنچ گیا۔

قفل میں کنجی گھمائی ہی تھی کہ اندر سے بڑی پروقار آواز آئی۔ "یس.... کم ان....!" دروازہ کھلا۔ عمران اس طرح میز پر بیٹھا کام کرتا ہوا نظر آیا جیسے کسی فرم کا منیجر اپنے الگ تھلگ آفس میں کوئی بہت ہی اہم کام سرانجام دے رہا ہو۔

فیاض دروازہ بولٹ کر کے مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"تشریف رکھیے۔" عمران نے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "فرمایئے.... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

فیاض خاموشی سے بیٹھ گیا اور بڑی سنجیدگی سے اسے گھورتا رہا۔

"کچھ فرمایئے بھی جناب!" عمران نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں بہت مشغول آدمی ہوں۔"

"مارتھا کا قتل...." فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

"اوہ.... تو آپ اسٹوری رائٹر ہیں۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن افسوس ہے مسٹر کہ ہم جاسوسی فلم نہیں بناتے.... کوئی سماجی کہانی لایئے۔"

"کسی نے مارتھا سے رومان بھی لڑایا تھا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جاسوسی کہانی جاسوسی ہی رہے گی چاہے جتنا رومان لڑایا جائے۔ کوئی

سماجی اور اصلاحی کہانی لائیے۔ گھریلو کہانیاں آج کل خوب چلتی ہیں۔ لکھیے لکھیے ایسی کہانیاں بھی لکھیے.... اچھا میں آئیڈیا دیتا ہوں۔ آپ اسے ڈیولپ کر لیجیے۔"

"دونوں نے ایک تصویر بھی ساتھ ہی کھنچوائی تھی۔"

"میری کھال بھی کھنچوائی تھی۔" عمران جھلاہٹ میں میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اور آپ کی عقل میں بھس بھروا لیا تھا۔ آپ میری بات کیوں نہیں سنتے۔ کہہ دیا ایک بار کہ ادھر جاسوسی کہانی نہیں چلے گی....!"

"وہ تصویر میرے ہاتھ لگ گئی ہے۔" فیاض مسکرایا۔

"چپراسی...." عمران گھنٹی پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔

"یہ تو بالکل نہیں چلے گی پیارے۔" فیاض نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"اود.... دو.... خاموش رہو!" عمران دانت پیس کر مکا دکھاتا ہوا بولا۔

"اچھی بات ہے۔" فیاض نے ٹھنڈی سانس لی۔ "چلیے بتائیے آئیڈیا۔ میں ڈیولپ کروں گا۔"

عمران نے پہلے تو سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جما لیے۔ پھر بولا۔ "گھریلو تصویر کے لیے ایک بالکل ہی نیا آئیڈیا ہے میرے ذہن میں...."

یک بیک کسی نے دروازے پر دستک دی اور عمران سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ فیاض نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ بیگم رحمان سامنے کھڑی تھیں۔ فیاض نے بڑے ادب سے سلام کیا۔

وہ اندر چلی آئیں۔ لیکن فیاض کو خونخوار نظروں سے گھور رہی تھیں۔

"اب بتاؤ" وہ کچھ دیر بعد بولیں۔ "کون بنتا ہے اس کی بربادی کا باعث۔"

"میں نہیں سمجھا بیگم صاحب۔" فیاض گڑگڑایا۔

"تم ہی اسے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔"

"مگر یہ تو فلم ڈائریکٹر ہو گئے ہیں بیگم صاحب.... میں نے کبھی فلم...."

"فضول باتیں نہ کرو۔" وہ نحیف سی آواز میں بولیں۔

"بیٹھ جائیے.... بیٹھ جائیے۔" فیاض جلدی سے کرسی کھسکاتا ہوا بولا۔

"تشریف رکھیے نیک دل خاتون۔" عمران نے نہایت ادب سے جھک کر کہا۔ پھر فیاض سے بولا۔ "ہسپتال میں ان کا وجود باعث رحمت ہے....!"

"تم چپ رہو....." بیگم صاحبہ نے اسے ڈانٹ دیا اور فیاض سے بولیں۔ "اب اتنا کرو کہ اسے یہاں سے کہیں اور لے جاؤ۔ ورنہ وہ اسے زندہ نہ رہنے دیں گے.....!"

بیگم صاحبہ کی آواز بھرا گئی۔

"ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ ہے شاید۔" عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "اوہ خدا کی پناہ.... ایسا آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا.... ڈاکٹری بھی کریں گے اور ہیرو بھی بنیں گے.... میں کہتا ہوں کسی اسٹنٹ فلم میں جلاد کے رول میں چلا دوں گا تو.... مارنے دوڑتے ہیں.... آپ خود سوچئے جناب.... اس عمر کا ہیرو.... ہونہہ!"

"چپ رہو۔" بیگم صاحب نے پھر ڈانٹا۔

"آپ کہتی ہیں تو چپ ہی رہوں گا۔" عمران نے بے بسی سے کہا اور سعادت مندانہ انداز میں سر جھکا لیا۔

"انہوں نے تمہیں یہاں کیوں بھیجا ہے۔" بیگم صاحبہ نے فیاض سے پوچھا۔

"ان کا خیال ہے کہ.... یہ حضرت...." فیاض نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"ہاں.... ہاں! یہ بن رہا ہے۔ یہی خیال ہو گا۔ خدا ایسے جلادوں کو اولاد نہ جانے کیوں دیتا ہے۔"

ٹھیک اسی وقت جب یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ لان پر جوزف ثریا کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا گڑگڑا رہا تھا۔

"مسّی میں مر جاؤں گا۔ خدا کے لیے باس کی صرف ایک جھلک دکھا دو۔ میں نے تین دن سے انہیں نہیں دیکھا۔ رحم کرو میرے حال پر...."

"اگر انہوں نے پھر تمہاری مرمت شروع کر دی تو...."

"اس کی فکر نہ کرو مسّی! وہ مجھے مار ہی کیوں نہ ڈالیں.... لیکن.... میں.... بس خدا کے لیے مجھے ان کے پاس جانے کی اجازت دلوا دو۔"

"ڈیڈی مجھے بھی شوٹ کر دیں گے۔ نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ تم اپنی کوٹھری میں جاؤ۔" ثریا نے کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر اندر چلی آئی۔

یہاں عمران کیپٹن فیاض سے الجھ پڑا تھا اور بیگم صاحبہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

ثریا نے فیاض کو عمران کے کمرے میں دیکھا تو اس کا خون بھی جوش کھانے لگا کیونکہ اس کی دانست میں بھی عمران کو غلط راہوں پر ڈالنے والا یہی تھا۔

وہ کمرے سے نہیں گئی....

عمران فیاض سے کہہ رہا تھا۔ "ہاں.... اسلامی فلموں کا آئیڈیا بھی برا نہیں ہے۔ مگر چالو قسم کے ڈائریکٹر اسلام کی بھی مٹی پلید کر دیتے ہیں اور فلم کی بھی۔ حال ہی میں ایک فلم دیکھی تھی میں نے.... جس کے بادشاہ سلامت غیر قوموں کے سرداروں کو اپنے دربار میں مدعو کر کے تبلیغ کیا کرتے تھے.... اف فوہ.... ان کی تقریر کا انداز۔ بالکل یہی معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی فٹ پاتھی حکیم مجمع لگائے سرمہ بیچ رہا ہو۔"

"مگر میں تو مارتھا ہی کی کہانی فلمواؤں گا۔" فیاض نے کہا۔

"تم میری طرف سے جہنم میں جاؤ اور قلوپطرہ فلماؤ۔"

"مارتھا کی ایک سہیلی بھی تھی۔ جس سے مجھے ایک ایسی تصویر ملی ہے.... کہ....!"

"ٹھہرو دوست!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سن لوں گا کہانی.... لیکن کچھ ایڈوانس لیے بغیر کہانی نہیں سنایا کرتے.... سمجھے! فرض کرو میں سن لوں تمہاری کہانی اور کہہ دوں کہ یہ نہیں چلے گی پسند نہیں آئی.... اور پھر یہ کہانی خود ہی لکھ کر چلا دوں تو تم میرا کیا بگاڑ لو گے.... بولو.... سلاما لیکم....!"

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہو۔"

"یہ آئیڈیا بھی پرانا ہو چکا ہے کئی فلمیں بن چکی ہیں یادداشت کھو بیٹھنے کے موضوع پر!"

"بڑی مشکلات میں پھنسنے والے ہو۔ سنبھل جاؤ۔" فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم زمین میں دھنسنے والے ہو! نکل جاؤ۔" عمران نے آغا حشر اسٹائل میں گرہ لگائی۔

"رحمان صاحب بہت پریشان ہیں.... تم سمجھتے کیوں نہیں۔"

عمران گھنٹی پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ "چپڑاسی۔ صاحب کو اٹھا کر سڑک پر پہنچا دو۔"

غرضیکہ یہ بک جھک خاصی دیر تک جاری رہی اور فیاض بے نیل و مرام واپس ہوا۔

یہ سب کچھ تو تھا ہی.... لیکن حقیقت یہ تھی کہ فیاض کا ذہن اس خوفناک چہرے والے آدمی میں الجھا رہا تھا.... کون تھا؟ اور اس کے بیہوش ہو جانے کے بعد اس نے گاڑی کا ایک پہیہ

برسٹ کیوں کر دیا تھا۔ پہیہ برسٹ کرنے کا مقصد اس کی سمجھ میں نہ آسکا اور وہ قتل کی وجہ کیوں چھپانا چاہتا تھا؟ کچھ بھی ہو.... پہیے کا برسٹ ہو جانا اس کے کام بھی آیا۔ کہانی تراشنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ وہ دراصل اس پراسرار آدمی کے معاملے میں محتاط رہنا چاہتا تھا۔

اسی لیے ایسی کہانی تراشی تھی کہ اس کا حوالہ نہ دینا پڑے....!

◆

دوسری رات صفدر نے اپنی شکل میں کبڑے کا تعاقب شروع کیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ میک اپ میں بھی پہچانا جا چکا ہے لیکن فی الحال وہ لوگ اسے زندہ ہی رکھنا چاہتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسے پچھلی رات دلدل میں پھینکنے کی بجائے کسی اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا گیا ہوتا....!

کبڑا ایک گھٹیا سے شراب خانے میں داخل ہوا صفدر نے سوچا پھر شامت آگئی۔ ادھر کچھ دنوں تک افیون کی گولیوں سے شوق کرنا پڑا تھا اور آج.... پتہ نہیں کیا گت بنے۔

وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ لیکن یہاں خالی بیٹھنا تو کسی طرح بھی ممکن نہ ہوتا۔ لہٰذا مجبوراً کبڑے کے قریب ہی کی ایک میز پر قبضہ کر کے اسے بیئر کی بوتل طلب کرنی پڑی۔

کبڑا اپنی میز پر تنہا تھا.... اس نے معمولی ہی قسم کی شراب طلب کی تھی۔ اس کا حلیہ تو معمولی سے بھی کمترین تھا اس لیے وہ اعلیٰ قسم کی شراب کیسے خریدتا۔ پھٹا پرانا کوٹ تھا جسم پر اور ٹانگوں میں ملگجی سی پتلون جھول رہی تھی گلے میں ٹائی بھی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پچھلی کئی پشتوں سے صحیح وسلامت گذرنے کے بعد کبڑے تک پہنچی ہو۔

کبڑے نے دو چار گلاس پے در پے چڑھائے اور موج میں آکر بہ آواز بلند گانے لگا۔

جب میں نے پی کر چھلکائی۔ بادل ناچے جھوم کے
مولی نے محفل مہکائی
آلو گوبھی کی بن آئی
لال ٹماٹر.... لال ٹماٹر.... تاک دھنا دھن گھوم کے
بڑھ کے بیٹا.... بڑھ کے بیٹا.... ہائے ہائے

ایک گوشے سے ایک پہلوان ٹائپ کا غنڈہ گھونسہ تانے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ شاید وہ بھی نشے میں تھا۔ چلنے کے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ

اس کے ہاتھ پیر قابو میں نہیں ہیں۔ کبڑا بے خبری میں گاتا ہی رہا اور غنڈہ اس کے سر پر پہنچ گیا۔ پشت پر تھا اس لیے کبڑا اب بھی بے خبر ہی رہا۔

دفعتاً غنڈے نے اس کے کوبڑ پر اس زور کا ہاتھ رسید کیا کہ فلٹ ہیٹ پیشانی کے نیچے سرک آئی.... آواز حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئی اور وہ اس طرح سمٹ گیا جیسے کوئی مومی مجسمہ دباؤ پڑ کر پچک گیا ہو۔

غنڈہ دہاڑا۔ ”ابے یہ کوئی بھٹیار خانہ ہے.... کیوں؟“

کبڑے نے آہستہ آہستہ گردن اٹھائی.... اور پھر وہ کوئی سالخوردہ سارس ہی معلوم ہونے لگا۔ لیکن وہ سامنے خلا میں گھورے جا رہا تھا۔ اس طرح کہ پتلیاں بھی جنبش نہیں کر رہی تھیں۔ پلکیں جھپکانا تو دور کی بات ہے۔

غنڈہ بڑبڑاتا ہوا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ صفدر کبڑے ہی کو گھورے جا رہا تھا۔

یک بیک وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور کاؤنٹر کی طرف مڑ کر گونجیلی آواز میں چیخا۔ ”کون تھا۔ اب سامنے آئے۔ مابدولت واپس آ گئے ہیں۔ ہمبگ دی گریٹ۔“

آس پاس کی میزوں سے قہقہے بلند ہوئے۔ لیکن کبڑا اسی انداز میں تنا کھڑا رہا۔ جسم میں اس طرح زبردستی تناؤ پیدا کرنے کی بنا پر کوبڑ پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز نظر آنے لگا تھا۔

وہ غنڈہ بھی اس کا حلیہ دیکھ کر ہنس پڑا۔ پھر ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”بیٹھ اوئے خنزیر کے تخم!“

”نہیں.... او....“ ہمبگ نے شاہانہ انداز میں ہاتھوں کو جنبش دی۔

کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے غنڈے کو دوسری طرف جانے کا اشارہ کیا اور وہ ہنستا ہوا ایک دروازے میں داخل ہو گیا۔

کبڑا اب کاؤنٹر والے کو گھور رہا تھا۔ دفعتاً اس نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ ”میرے غلاموں! مجھے پہچاننا سیکھو! میرے قہر سے ڈرو! تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ ساری دنیا کا شہنشاہ ہمبگ دی گریٹ! سکندر و اکبر آج ہوتے تو میرے قدموں میں سر جھکا دیتے۔ مجھے پہچانو.... مجھے پہچانوں.... ورنہ کسی دن یہ زمین جہنم کہلائے گی....“

”پاگل ہے۔ پاگل ہے۔ جانے نہ پائے!“ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں اور دیر تک قہقہے گونجتے رہے لیکن وہ اسی انداز میں کھڑا حقارت سے دوسروں کو دیکھتا رہا جیسے وہ اس کے لئے

"زندہ باد" کے نعرے لگا رہے ہوں اور وہ خود منتظر ہو کہ ان جہالت مآبوں کا شور کم ہو تو دوبارہ تقریر شروع کرے۔

دفعتاً کسی نے اس کے چہرے پر کوئی سیال چیز پھینک ماری اور وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا تو کرسی کے پائے سے الجھ کر لڑکھڑاتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"تم سب اندھے ہو!" وہ فرش سے اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا دہاڑا۔ "بھگتو گے! سڑکوں پر بلبلاتے پھرو گے.... جائے پناہ نہ ملے گی.... ایڑیاں رگڑ کر مرو گے۔"

"مارو۔ مارو۔ منحوس کو۔" کئی آوازیں آئیں.... اور کچھ لوگ اٹھے بھی اپنی جگہوں سے۔

اتنے میں صفدر کبڑے کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے اسے سہارا دے کر اٹھا لیا۔

"تڑاق۔" کبڑے کے سر پر ایک ہاتھ پڑا اور وہ اچھل کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ لوگوں نے انہیں گھیر لیا تھا۔ تقریباً آٹھ دس آدمی رہے ہوں گے لہٰذا اندازہ کرنا دشوار تھا کہ اس بار کس نے ہاتھ رسید کیا ہو گا۔

پھر صفدر اسے شراب خانے سے لے ہی نکلا.... ورنہ شاید اس کے ہاتھ پیر سلامت نہ رہتے۔ قریب ہی ایک پبلک پارک تھا۔ وہ اسے وہاں لے آیا۔

"میں سچ کہتا ہوں۔" ہمبگ بڑبڑا رہا تھا۔ "وہ کیچوؤں سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ ضرور بھگتیں گے۔ مابدولت کی توہین بڑی مہنگی پڑے گی۔!"

پھر چونک کر صفدر کو گھورنے لگا یہاں اتنی روشنی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

"دنیا کا جو ملک چاہو مانگ لو۔" ہمبگ نے کہا۔ "بلا عذر بخش دوں گا۔"

"تم مجھے صرف ڈرائیونگ لائسنس دلوا دو۔" صفدر نے مسکرا کر کہا۔ "حیرت ہے کہ ہمبگ دی گریٹ نے مجھے ابھی تک نہیں پہچانا۔"

"آہا۔ ہم شاید پچھلے سال منگولیا میں تھے۔" ہمبگ نے جلدی سے کہا۔

"یہ پچھلی رات کی بات ہے.... ٹھنڈی دلدل مجھے کبھی نہ بھولے گی۔"

"آہا۔ تو تم وہ ہو!" ہمبگ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ "تم وہ نہیں ہو سکتے۔"

"میں میک اپ میں تھا۔"

"ہائیں۔ میک اپ میں۔ مگر کیوں؟"

"اسی طرح شکار کھیلتا ہوں۔"

"اکیلے ہی ہو۔" ہمبگ نے پوچھا اور صفدر نے سوچا خوب موقع ہاتھ آیا ہے۔ اس طرح شاید وہ اسے اپنے اعتماد میں لے سکے۔

"ریگستان کے ببول کی طرح۔" صفدر نے جواب دیا۔ "مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی میری تنہائی رفع ہوئی ہو۔"

"تب تو تم بھی میری ہی طرح لاجواب ہو۔ ماں باپ بھی تھے کبھی تمہارے۔"

"ماں باپ کیوں نہ ہوتے۔" صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اے اپنا لہجہ ٹھیک کرو۔" ہمبگ تحکمانہ انداز میں بولا۔ "تمہیں پھر مجھ پر غصہ آرہا ہے۔"

"او.... ہاہا۔" صفدر ہنس پڑا۔ "میں معافی چاہتا ہوں جہاں پناہ۔"

"ٹھیک ہے۔" ہمبگ کراہا۔ "ذرا ہولے ہولے میری کمر تو دباؤ.... کسی دن یہ کمبخت مجھے مار ہی ڈالیں گے اور پھر روئیں گے۔ سر پیٹیں گے لیکن پھر میں انہیں نہیں ملوں گا۔"

"درست فرمایا۔ عالی جاہ....!"

ہمبگ ٹھنڈی گھاس پر اوندھا لیٹ گیا اور صفدر اس کی کمر دبانے لگا

"گھاس تو برف ہو رہی ہو گی جہاں پناہ....!"

"نہیں۔ میں ایک بااقبال آدمی ہوں.... یہ گھاس پشمینے کی طرح گرم ہے۔"

"تو اب میرے لیے کیا حکم ہوتا ہے عالی جاہ...."

"ٹھوکریں کھاتے پھرو.... تپائے بغیر سونے پر نکھار نہیں آتا۔"

"اوہ.... تو آپ بھی غالباً نکھرتے ہی پھر رہے ہیں۔"

"میں ایسا سونا ہوں جسے لوگ مٹی سمجھتے ہیں۔ بس کرو۔ اب میں اٹھوں گا۔"

صفدر الگ ہٹ گیا۔ ہمبگ نے بیٹھ کر سگریٹ سلگائی اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ پھر بولا۔

"اس شہر میں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں گذرے لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ساری زندگی یہیں گذری ہو!"

"پہلے آپ کہاں تھے....؟"

"اسی زمین پر۔" ہمبگ اٹھتا ہوا بولا۔ "اٹھو۔ ٹہلیں گے....!"

صفدر بھی اٹھ گیا۔ ہمبگ کا چہرہ بالکل سپاٹ نظر آ رہا تھا جذبات سے عاری۔ وہ ٹہلتے ہوئے پارک کے ایک ایسے گوشے کی طرف آ نکلے جو تاریک تھا۔

"میں تمہیں اپنا وزیر اعظم بناؤں گا۔" ہمبگ نے کہا۔ "ٹھہرو.... وہ دیکھو.... آسمان پر سامنے سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کے قریب۔"

صفدر رک گیا۔ ہمبگ کا ہاتھ شمال کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ صفدر نے نظر اٹھائی۔

"کہاں....؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔ جواب تھا.... "چھپاک!"

"ارے.... غرچ....!" صفدر ٹھنڈے پانی میں غوطہ کھا گیا پھر ابھرا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر ہمبگ کو گالیاں دینے لگا۔

اب اسے یاد آیا کہ پارک کے اس حصے میں ایک بڑا سا حوض بھی تھا۔

"دیکھو۔ دیکھو۔" ہمبگ کی آواز آئی۔ "تمہیں پھر غصہ آگیا ہے مجھ پر۔"

"ٹھہر تو.... تیری ایسی کی تیسی۔" صفدر پانی پر ہاتھ مارتا ہوا تاریک کنارے کی طرف جھپٹا لیکن اس بار ہمبگ کی آواز نہ سنائی دی۔

بدقت تمام وہ اوپر پہنچا۔ سردی سے دانت بجنے لگے تھے۔ ہمبگ کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

* * *

اب بلیک زیرو کو چکر پر چکر آ رہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معاملات کو کس طرح ہینڈل کرے۔ چار ماہ قبل عمران کو کسی ایسے کبڑے کی تلاش تھی جس کے بائیں گال پر ابھرا ہوا سا تل تھا۔

وہ خود ہی تلاش کرتا رہا تھا۔ پھر یہ معاملہ صفدر اور خاور تک بڑھا دیا گیا تھا۔ وہ شہر میں اسے تلاش کیا کرتے تھے۔ وہ ملا تو اس کی نگرانی شروع کرائی۔ لیکن مقصد بلیک زیرو کو بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ پھر اچانک ایک نئی افتاد پڑی یعنی مسز پھٹاکیا والا معاملہ....!

عمران سے احکامات لے کر تو وہ خود کو ایکس ٹو پوز کر سکتا تھا لیکن خود اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنی مرضی سے کسی کیس کو ہینڈل کر سکتا۔ جب تک اسے شبہ رہا کہ عمران کا یادداشت کھو بیٹھنا بھی اسکیم ہی میں شامل ہو سکتا ہے اس وقت تک وہ صفدر اور خاور کی رہنمائی کرتا رہا لیکن جب عمران کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تو اسے محتاط ہو جانا پڑا۔ توقع تھی کہ عمران اسے صحیح

حالات سے ضرور آگاہ کرے گا۔ کرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں بلیک زیرو ہی ایکس ٹو کے فرائض انجام دیتا تھا۔

اب عمران کی طرف سے کوئی پیغام نہ ملنے پر اس نے سوچا ممکن ہے اس بار یہ حضرت آ ہی گئے ہوں گے چکر میں۔ یعنی پاگل پن حقیقی ہو ..... اور پٹا کیا والا حادثہ اتفاقیہ رہا ہو! رحمان صاحب کے نمبروں پر رنگ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک آدھ بار کوٹھی کے چکر ضرور لگائے تھے لیکن عمران کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔ جوزف بھی شاید ان اوقات میں کہیں پڑا اونگھتا رہا تھا ورنہ اس سے بھی پوچھ گچھ تو کر ہی لیتا۔ ویسے دوسرے ذرائع سے اسے وہی اطلاعات ملی تھیں جن کا علم عمران سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کو تھا.....!

بہت بڑا الجھاؤ تھا اس کے سامنے۔ اپنی ذمہ داری پر کچھ اسی وقت کرتا جب حالات سے پوری طرح باخبر ہوتا۔ کبڑے ہی کا معاملہ سامنے تھا لیکن وہ اس کی اہمیت سے واقف نہیں تھا۔ یہ تک نہیں جانتا تھا کہ عمران کو اس کی تلاش کیوں تھی؟"

پھر ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا چارہ تھا کہ وہ صفدر کی رپورٹیں ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ کرتا جائے خاموشی سے۔ اس کے کسی سوال کا جواب دیئے بغیر.....!

جب بھی ایکس ٹو کے پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجتی وہ دم بخود رہ جاتا۔ کال کا جواب تک نہ دیتا۔ یہ فون کچھ اسی قسم کا تھا۔ اگر ایکس ٹو موجود نہ ہوتا تو آدھے منٹ بعد اس کا سلسلہ ٹیپ ریکارڈر سے مل جاتا اور رنگ کرنے والے کو آواز سنائی دیتی۔ "پلیز ڈکٹیٹ" اور وہ اپنا پیغام ڈکٹیٹ کر دیتا.....!

اس وقت بھی کچھ ہی دیر پہلے فون کی گھنٹی بجی تھی اور کسی نے پیغام ریکارڈ کرا لیا تھا۔ ٹیپ ریکارڈر کی سبز روشنی غائب ہو چکی تھی۔ بلیک زیرو اس کا سوئچ دوبارہ آن کر کے پیغام سننے لگا۔

"صفدر اسپیکنگ سر! ابھی تک مجھے کبڑے کے متعلق مزید ہدایات نہیں ملیں۔ پچھلی رات اس نے ڈکسی کے شراب خانے میں ہنگامہ برپا کر لیا تھا۔ اب میں کھل کر اس کے سامنے آ گیا ہوں۔ بحیثیت صفدر بھی اور اسے بتا دیا ہے کہ موبی کے میک اپ میں بھی میں ہی اس سے ملا تھا۔ دیکھئے یہ میری اسکیم ہے۔ وہ دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میری پشت پر کون ہے اور میں اسے اس وقت تک الجھائے رکھنا چاہتا ہوں جب تک کہ آپ کی طرف سے واضح ترین احکامات نہ

مل جائیں۔ میں اسے بتا دوں گا کہ میں اسے موٹی مرغی سمجھ کر اس کا تعاقب کرتا رہتا تھا۔ کبھی اصلی شکل میں اور کبھی موبی کی حیثیت سے جو کچھ میں اسے ابھی تک سمجھا ہوں... وہی اس پر ظاہر کر دوں گا... میری دانست میں وہ کوئی بہت بڑا اسمگلر ہے... میں اس سے کہوں گا کہ میں دراصل ایک بلیک میلر ہوں لوگوں کے راز معلوم کر کے انہیں بلیک میل کرتا ہوں لیکن اس سے مرعوب ہو گیا ہوں یا پھر دوسری صورت یہ ہو گی کہ میں اسے بلیک میل ہی کرنا شروع کر دوں۔ بہر حال اب میں آپ کے احکام کے بغیر نیا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ براہ کرم! تین چار چھ پر رنگ کر کے مجھے اپنے جواب سے جلد مطلع کیجئے گا.... پچھلی رات اس نے مجھے منٹو پارک کے حوض میں دھکیل کر دماغ ٹھنڈا رکھنے کی تلقین کی تھی.... اوور اینڈ آل....!"

بلیک زیرو نے طویل سانس لی اور ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

"بہت بڑھ گیا ہے۔ احمق کہیں کا۔" وہ برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

پھر اس نے صفدر کے بتائے ہوئے نمبر پر رنگ کیا دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

بلیک زیرو نے ایکس ٹو کی سی آواز میں کہا۔ "پیغام مل گیا! تم گدھے ہو! صفدر کی حیثیت میں سامنے آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ.... وو.... دیکھئے جناب!" صفدر ہکلایا۔

"کچھ نہیں! یہ حماقت تھی! اب تم فی الحال اس کے سامنے آنے سے گریز کرو۔ گوشہ نشینی ہی بہتر رہے گی۔ تاوقتیکہ دوسرے احکامات نہ ملیں تم باہر نہیں نکلو گے۔"

"او کے سر!" دوسری طرف سے آواز آئی اور بلیک زیرو نے سلسلہ منقطع کر دیا....!

O

رحمان صاحب اس وقت گویا خود بھی پاگل ہو گئے تھے۔ سارا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ رونے کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔

ہوا یہ کہ ٹھیک نو بجے رات کو عمران نے جو کمرے میں بند تھا چیخنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے ثریا ہی وہاں پہنچی تھی اور پھر رحمان صاحب کے علاوہ سبھی کمرے کے سامنے نظر آئے....!

عمران کھڑکی کی سلاخیں پکڑے کہہ رہا تھا۔ "ارے ظالمو.... یہ اسپتال ہے یا پاگل خانہ.... نکالو مجھے اس کمرے سے.... دروازہ کھولو.... کیا میں پاگل ہوں.... اے معزز خاتون....!"

وہ اماں بی کی طرف ہاتھ اٹھا کر خاموش ہو گیا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم میٹرن نہیں ہو.... اگر ہو بھی تو مجھے اس سے کیا۔ لیکن میں تمہارے چہرے پر ماتا کا نور دیکھ رہا ہوں تم کسی نہ کسی کی ماں ضرور ہو گی.... کیا تمہارے کوئی بیٹا نہیں.... نہیں تمہارے چہرے پر ماتا کا نور ہے.... اولاد والی ہو.... میں دنیا میں اکیلا ہوں! بالکل اکیلا ہوں۔"

آواز حلق میں پھنس گئی۔ وہ خاموش ہو گیا.... آنکھوں میں امڈنے والے آنسو گالوں پر بہہ آئے.... اور اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں رو رہا ہوں.... خاک پر پڑا ہوا بلک رہا ہوں.... مجھے اٹھا لو ماں.... مجھے اٹھا لو ماں....!"

اماں بی پھوٹ پڑیں.... ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی ہی تھی کہ لڑکیوں نے بھی بلکنا شروع کر دیا۔

رحمان صاحب کہیں جانے کے لیے بعجلت تیاری کر رہے تھے۔ یہ غل غپاڑہ ان کی کانوں میں بھی پڑا اور وہ جھپٹتے ہوئے وہاں پہنچے۔ اب تو عمران بھی دہاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" رحمان صاحب دانت پیس کر گرجے۔

"بس چلے ہی جاؤ اس وقت۔ جاؤ۔" بیگم صاحبہ روتی ہوئی چلائیں اور رحمان صاحب کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ کیونکہ بیگم صاحبہ جب بھی بے نیام ہوتی تھیں وہ خاموش ہی ہو جاتے تھے۔

"لاؤ.... نکالو.... کنجی.... کھولو دروازہ۔" بیگم صاحبہ کی آواز بلند ہی رہی۔

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ عمران کی ایک کزن جو رحمان صاحب کو دیکھتے ہی خاموش ہو گئی تھی.... ان کے اشارے پر آگے بڑھ آئی.... وہ اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے آہستہ سے بولے۔ "کیا بات ہے.... کیا اس نے کسی کو پہچان لیا ہے۔"

"ج.... جی.... نن نہیں!" وہ ہکلائی۔ "آنٹی کو ماں تو کہہ رہے ہیں.... لیکن یونہی.... مطلب یہ کہ مجھے بیٹا بنا لو۔"

"اوہ بکواس!" رحمان صاحب دانت پیس کر رہ گئے.... چند لمحے خاموش کھڑے رہے اور پھر عمران کے کمرے کی طرف پلٹ آئے۔

"سنو!" انہوں نے اونچی آواز میں سبھوں کو مخاطب کیا۔ "تم سب اپنے کمروں میں جاؤ۔"

"ہائے آگیا جلاد ڈاکٹر۔" عمران روتا ہوا کراہا۔ "بکواس بند کرو۔" رحمان صاحب چیخے۔

پھر انہوں نے دوسروں کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہوش میں رہو تم لوگ! پاگل نہ بنو! میں اس وقت بہت جلدی میں ہوں۔"

انہوں نے خاموش ہو کر کلائی کی گھڑی دیکھی اور صرف بیگم صاحبہ سے نرم لہجے میں بولے۔ "آپ جو کچھ کرنا چاہتی ہیں وہ اس کے لیے بھی مضر ہے.... تاوقتیکہ ہم میں سے کسی کو پہچان نہ لے.... باہر نکالنا خطرے سے خالی نہیں۔ ویسے اگر آپ اس کی زندگی ہی کی خواہاں نہ ہوں تو.... یہ رہی کنجی....!"

انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ بیگم صاحبہ دوسری طرف مڑتی ہوئی بولیں۔ "میں کچھ نہیں جانتی!" اور آگے بڑھ گئیں۔ غالباً اتنا تو وہ خود بھی سمجھتی تھیں جو کچھ رحمان صاحب نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"ہائے۔ اس رحم دل عورت کو بھی بہکا دیا۔" عمران نے گلوگیر آواز میں ہچکی لی اور کھٹاک سے کھڑکی بند کر دی۔ کمرے کے اندر سے اس کی بڑبڑاہٹ سنائی دیتی رہی۔

پھر رحمان صاحب نے نرم ہی لہجے میں لڑکیوں سے بھی کہا تھا کہ وہ اپنے کمروں میں جائیں۔ لہٰذا لڑکیوں کو بھی کھسکنا ہی پڑا.... ویسے ثریا تو سوچ بیٹھی تھی اگر اینٹھے تو آج میں بھی لڑ ہی جاؤں گی خواہ کچھ ہو۔

رحمان صاحب کے چلے جانے پر اس کی ایک کزن بولی۔ "کیوں.... انکل....!"

"ہاں.... نرم لہجے میں گفتگو کر گئے۔" ثریا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "قسمتیں بدل گئیں ہمارے دن پھر گئے....!"

"سمجھ میں نہیں آتا...."

"ارے.... جلدی میں تھے...." ثریا آنکھیں نکال کر بولی۔ "اور کیا.... سوچا.... ٹالو کسی طرح پیچھا چھڑاؤ ان کم بختوں سے.... ورنہ پتھر میں بھی کہیں جونک لگتی ہے۔"

* * *

رحمان صاحب کی لمبی سی بیوک پھاٹک سے گذر گئی۔ ان کے ساتھ وہی دونوں غیر ملکی مہمان بھی تھے جن کا قیام آؤٹ ہاؤز میں تھا۔

"بڑا شور ہو رہا تھا مسٹر رحمان۔ کیا بات تھی۔" ایک نے انگریزی میں پوچھا۔

"بھئی۔ میرا لڑکا۔۔۔!"

"اوہ کیا بات تھی؟ آپ اسے سوئٹزر لینڈ لے جایئے۔"

"ہاں سوچ رہا ہوں۔"

"کسی ماہر سائیکو انیلیسٹ سے بھی مشورہ لیجیے۔" دوسرا بولا۔

"میرا ایک دوست عنقریب امریکہ سے آنے والا ہے وہ دماغی امراض کا اسپیشلسٹ ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔

کچھ دیر بعد گاڑی سنٹرل جیل کے پھاٹک میں داخل ہو رہی تھی۔

پھر وہ ایک جگہ رک ہی گئی۔ رحمان صاحب خود ہی ڈرائیو کر رہے تھے۔۔۔ حالانکہ گاڑی ڈرائیو کرنا بھی ان کے اصول کے خلاف ہی تھا۔

جیل کے آفیسر شاید پہلے ہی سے ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ رحمان صاحب نیچے اتر گئے۔ لیکن ان کے غیر ملکی مہمان گاڑی ہی میں بیٹھے رہے۔

پھر رحمان صاحب دوسرے آفیسروں کی معیت میں ایک جانب روانہ ہو گئے۔ کچھ دور چل کر وہ پھر رکے۔۔۔ یہاں دو مسلح سپاہی ایک بند دروازے کے سامنے پہرہ دے رہے تھے۔ دروازہ سلاخوں دار نہیں تھا۔ ایک آفیسر نے آگے بڑھ کر قفل کھولا اور دو آدمی اندر چلے گئے۔ رحمان صاحب باہر ہی ٹھہرے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں آفیسر واپس آئے۔ لیکن ان کے درمیان ایک تیسرا آدمی بھی موجود تھا۔ شکستہ حال اور بد وضع آدمی۔ جسم پر جیل کے کپڑے تو نہیں تھے لیکن بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے اسی کوٹھری میں کوئی طویل مدت گزاری ہو۔

اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔

مسلح سپاہی اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ رحمان صاحب کی گاڑی کے قریب پہنچ کر وہ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ دونوں غیر ملکیوں میں سے ایک نیچے اتر آیا تھا۔ قیدی کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھا ہوا غیر ملکی دوسرے سرے پر کھسک گیا تھا۔ قیدی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ دونوں غیر ملکیوں کے درمیان رہے۔ رحمان صاحب نے پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ کچھ دیر بعد گاڑی جیل کے پھاٹک سے باہر نکل رہی تھی۔

غیر ملکیوں میں سے ایک ریڈیم ڈائیل والی رسٹ واچ پر نظر جمائے ہوئے بولا۔

"ساڑھے دس بجے ہیں مسٹر رحمان۔"

"فکر نہ کیجئے۔ ہم پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔" رحمان صاحب نے جواب دیا۔

قیدی سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ یک بیک دوسرے غیر ملکی نے جیب سے ریوالور نکالا اور رحمان صاحب کی گدی پر رکھتا ہوا بولا۔ "بائیں موڑو.....!"

"کیا مطلب...."

"گردن پر ریوالور کی نال ہے مسٹر رحمان۔" غیر ملکی نے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ...." رحمان صاحب نے طویل سانس لی۔ "دھوکا۔"

"پرواہ مت کرو۔ ورنہ دھوکے ہی میں جان بھی جائے گی.... موڑو بائیں جانب موڑو.... ورنہ گولی حلق سے دوسری طرف نکل جائے گی۔"

رحمان صاحب نے گاڑی بائیں جانب موڑ دی۔ اب وہ بڑی الجھن میں پڑ گئے تھے یہ کیس ایسا ہی تھا کہ حالات بگڑنے پر ان کا وقار خطرے میں پڑ جاتا۔

لیکن اب چارہ ہی کیا تھا۔ وہ سوچتے رہے اور گاڑی سنسان سڑک پر فراٹے بھرتی رہی۔

غصے کے مارے برا حال تھا۔ مگر وہ احمق بھی نہیں تھے۔ ایسے حالات میں ہاتھ پیر ہلانا خودکشی کے مترادف ہوتا.... ریوالور کی ٹھنڈی نال بدستور گردن سے چپکی رہی۔

"اچھی بات ہے۔" کچھ دیر بعد رحمان صاحب نے سرد لہجے میں کہا۔ "تم جیت گئے! لیکن مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"ابھی ہم پوری طرح نہیں جیتے مسٹر رحمان!" دوسرا غیر ملکی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

رحمان صاحب کا وہ جملہ محض زبان ہلانے کی حد تک نہیں تھا۔ انہوں نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" ریوالور والا غرایا۔

"دیکھنا چاہتا ہوں کہ ریوالور کی گولی حلق سے کیسے گزارتی ہے۔" رحمان صاحب نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔

انہوں نے گاڑی روک دی.... اب وہ دراصل یہ چاہتے تھے کہ خود ہی گاڑی نہ ڈرائیو

کریں۔ مقصد حاصل ہو گیا۔ وہ بھی قیدی کے پاس بٹھا دیے گئے اور دوسرے غیر ملکی نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔

اس وقت دوسرے غیر ملکی نے کہا "یہ مت سمجھنا مسٹر رحمان کہ ہم ادھورے ہی کام پر مطمئن ہو جائیں گے...... اس لیے محتاط رہو...... ہمیں اس کی قطعی پرواہ نہ ہو گی کہ تمہاری بے وقت موت سے ہمارا کام ادھورا رہ جائے گا۔"

رحمان صاحب نے طویل سانس لی۔ تو آخری کارڈ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی کے بل بوتے پر انہوں نے کچھ کر گذرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اسی لیے چاہا تھا کہ خود انہیں ہی ڈرائیونگ نہ کرنی پڑے۔ گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کچھ دیر بعد رحمان صاحب نے محسوس کیا کہ وہ کسی کچے راستے پر چل رہی ہے...... اور پھر رک ہی گئی۔

چاروں طرف اندھیرا تھا...... ان سے اترنے کو کہا گیا۔ قیدی اب بھی خاموش تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گونگا ہو یا ہر قسم کا احساس ہی فنا کر بیٹھا ہو۔

وہ اتر گئے۔ ریوالور والا...... ان دونوں کو کور کیے رہا اور دوسرا اس چھوٹی سی عمارت کی طرف بڑھ گیا جس کے آثار اندھیرے میں بھی نظر آ رہے تھے۔

غالباً وہ دروازہ ہی پیٹنے کی آواز تھی جس پر دوسرا غیر ملکی چونک کر بولا تھا "آگے بڑھو۔"

اس نے ایک چھوٹی سی ٹارچ بھی روشن کر لی تھی اور دونوں سے تقریباً چار قدم کے فاصلے پر چل رہا تھا۔ رحمان صاحب سوچ رہے تھے کہ اب خاموشی سے نئے واقعات ہی کا منتظر رہنا چاہیے۔ ان سے سب سے بڑی حماقت یہ سرزد ہوئی تھی کہ روانگی کے وقت اعشاریہ پانچ کا وہ پستول بھی ساتھ نہیں لائے تھے جو عموماً ان کی جیب ہی میں پڑا رہتا تھا۔

وہ ایک چھوٹے سے برآمدے میں رکے۔ عمارت شکستہ حال تھی اور اس میں شاید مشکل ہی سے تین کمرے رہے ہوں۔ دوسرا غیر ملکی اب بھی دروازہ پیٹے جا رہا تھا۔

"کون ہے؟" آخر کار اندر سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"دروازہ کھولو۔" غیر ملکی نے انگریزی میں للکارا۔

"اوہ" اندر سے کراہ سنائی دی اور پھر کہا گیا۔ "ہائے ظالمو! تم مجھے زندہ بھی رہنے دو گے یا نہیں!! اتنا تو زچ نہ کرو۔"

"کھولو.... نہیں تو توڑتے ہیں دروازہ۔"

"ہائے" کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ چرچرایا اور دونوں پاٹ کھل گئے۔

اندر کیروسین لیمپ کی روشنی میں رحمان صاحب کو ایک شکستہ حال کبڑا آدمی نظر آیا۔ جس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر اس نے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکالیں۔ غیر ملکی اسے پیچھے دھکیلتا ہوا آگے بڑھا اور یہ سب بھی اندر داخل ہوئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔

"گدھو....." کبڑا کانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "مجھے پہچانو.... مجھ سے ڈرو۔ میں ساری دنیا کا شہنشاہ ہوں.... ہمبگ دی گریٹ....!"

غیر ملکی نے اس کے سر پر دھپ رسید کیا اور وہ اس طرح چیخ کر اچھل پڑا جیسے کسی مندمل ہوتے ہوئے زخم پر چوٹ لگی ہو۔ وہ دوسرے کمرے میں آئے۔ کبڑے کا گریبان غیر ملکی کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ اسے گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا۔

"ہاں اب بتاؤ مسٹر رحمان!" ریوالور والے نے کہا۔ "اس قیدی کے متعلق کاغذات کہاں ہیں؟ صرف جگہ بتا دو۔ ہم حاصل کر لیں گے اور تم اس وقت تک ہماری قید میں رہو گے۔"

"کیوں شامت آئی ہے۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔

"ارے تو مجھے کیوں مارے ڈال رہے ہو؟" کبڑا گریبان چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا گڑگڑایا۔

"خاموش رہو....." اس نے اس زور کا جھٹکا دیا کہ کبڑا دروازے کے قریب جا پڑا اور ریوالور والے نے کہا۔ "خبردار اے کوزہ پشت۔ اگر تم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔"

"خبردار...." کبڑا تن کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "کوزہ پشت نہیں! ہمبگ دی گریٹ کہو! مجھے پہچانو.... میرا احترام کرو۔ ورنہ غارت کر دوں گا۔"

کبڑے کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اچانک کوئی وزنی چیز بڑی قوت سے اس کے سر پر پڑی اور وہ "ارے ارے" کہتا ہوا اوندھے منہ ڈھیر ہو گیا۔ دونوں غیر ملکی اچھل پڑے.... کبڑا دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا پھر ڈھیر ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ غالباً سر کی چوٹ بے ہوش کر دینے کے لیے کافی ثابت ہوئی تھی۔

پھر یک بیک دوسری چیخ بھی سنائی دی اور ایک آدمی بے ہوش کبڑے پر آگرا۔ یہ سب اتنی

برق رفتاری سے ہوا کہ کسی کی سمجھ میں کچھ آ ہی نہ سکا۔ دوسرا آدمی بھی ایسے ہی انداز میں گرا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو۔ اس کا سر بازوؤں میں چھپا ہوا تھا۔

غیر ملکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

پھر ریوالور والا "خبردار.... خبردار.... گولی ماردوں گا" کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر دوسرا ہی کھیل شروع ہو گیا.... کبڑے پر پڑے ہوئے آدمی کی ایک ٹانگ میں جنبش ہوئی تھی۔ بس پھر وہ ریوالور والے کی ٹانگوں کے درمیان نظر آئی۔ اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ ادھر بے ہوش آدمی کسی سانپ ہی کی طرح پلٹ کر اس پر سوار ہو گیا تھا۔ اس بار رحمان صاحب نے بھی اس کے چہرے کی ایک جھلک دیکھ لی تھی۔

"اوہ....!" ان کے حلق سے بے اختیار نکلا اور وہ دوسرے غیر ملکی پر ٹوٹ پڑے۔ وہ بوڑھے ضرور تھے لیکن کمزور نہیں۔ اس عمر میں بھی کم از کم تین آدمیوں سے تو نپٹ ہی سکتے تھے۔

ادھر بے ہوش آدمی نے اپنے شکار سے ریوالور چھین لیا اور اسے چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ....!"

لیکن وہ بھی شاید پاگل ہی ہو گیا تھا اس کی پروا کیے بغیر کہ مقابل کے ہاتھ میں ریوالور ہے اس سے لپٹ پڑا۔

"عمران! ہوشیاری سے۔" رحمان صاحب نے آواز دی۔

"عمران نہیں! پروڈیوسر ڈائریکٹر نادان۔ یہ ہے نیچرل ایکٹنگ۔ سلاملیکم....!" عمران نے اپنے شکار کو دیوار سے رگڑتے ہوئے کہا۔

ہنگامہ جاری رہا۔ رحمان صاحب کا مقابل بھی کمزور آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ قیدی دیوار سے لگا کھڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے وہ خود بھی کسی سے چمٹ رہا ہو۔ لیکن اس کی آنکھوں میں دیوانگی سے مشابہ بے تعلقی اب بھی پائی جارہی تھی۔ زبان اب بھی بند تھی۔

پھر یہ کھیل اسی وقت ختم ہوا جب دو نقاب پوش کمرے میں داخل ہوئے.... رحمان صاحب چیخے تھے۔ "دیکھو...."

عمران نے اپنے ہاتھ روک لیے.... نقاب پوشوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے لیکن ان کے رخ دونوں غیر ملکیوں کی طرف تھے....!

"ان سبھوں کو جیل پہنچاؤ ....." عمران نے کہا۔

"یع ..... یع ..... یعنی کہ ....." ایک نقاب پوش ہکلایا۔

"ہاں۔ ڈائریکٹر جنرل صاحب سمیت!" عمران نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

رحمان صاحب نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ پھر سختی سے ہونٹ بند کر لیے۔

○

بلیک زیرو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو گھور رہا تھا .....!

دفعتاً عمران تیزی سے جھکا اور بلیک زیرو اچھل کر دروازے کی طرف بھاگا۔ عمران نے قہقہہ لگایا۔ وہ تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔ بلیک زیرو رک کر مڑا اور متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اب میں پاگل نہیں ہوں گدھے۔" عمران مسکرایا۔ "میری یادداشت واپس آ گئی ہے۔ لاؤ نکالو میرے ساڑھے پانچ روپے جو تم نے اس دن ادھار لیے تھے۔"

"اوہ ....." بلیک زیرو ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اس ہنگامے کی وجہ بیان کر رہا تھا۔

"مجبوراً سر پر چوٹ کھانی پڑی تھی۔ اب تم میرا سامان اس فلیٹ سے ہٹواؤ۔ آئندہ وہاں نہ رہ سکوں گا۔ خدا مسز پھٹاکیا کے گناہ معاف کرے ..... ہنسو نہیں ..... مطلب یہ کہ ..... خیر ہاں ..... تو کہنے کا مطلب یہ کہ وہ محض آلۂ کار تھی ..... اگر وہ سر پھاڑنے پر آمادہ نہ ہوتی تو کسی گاڑی ہی سے ٹکرانا پڑتا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح اسپتال ہی کے توسط سے گھر پہنچ جاؤں ..... نہ پہنچتا تو اس وقت پڑوسی مجھے یتیم سمجھتے ..... ہاں ایسی ہی بات تھی اگر قبلہ والد صاحب کو ان خطرات سے آگاہ کرتا جن میں وہ گھرے ہوئے تھے تو انہیں اس پر قطعی یقین نہ آتا۔ لہٰذا .....!"

"تو کیا ڈائریکٹر صاحب نے آپ کو آزاد کر دیا تھا ..... میں نے سنا تھا کہ انہوں نے آپ کو ایک کمرے میں بند کر رکھا ہے اور قفل کی کنجی ہر وقت اپنے پاس ہی رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک سنا تھا کمرہ اس وقت بھی مقفل ہو گا ..... یہ بھی ایک راز ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ وہ میرا ذاتی کمرہ ہے سب سے الگ تھلگ! ہمیشہ سے اسی میں رہا ہوں۔ ایک بار کچھ دنوں کے لیے عمارت خالی ہو گئی تھی ..... پرانا قصہ ہے ..... میں نے ملازموں کو بھی چھٹی دے کر وہاں راتوں

میں کام کیا تھا اور ایک چور دروازہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ بھئی بڑی محنت کرنی پڑی ہے اس سلسلے میں بار بار اس کمرے سے اس کمرے میں بھاگنا پڑتا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ کسی طرح اس کمرے میں پہنچ جاؤں جس میں چور دروازہ ہے پھر وہیں جم گیا تھا۔ جانتا تھا کہ بند ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ جن حرکتوں کی بنا پر بند کیا گیا تھا ان کے بغیر قبلہ والد صاحب کے غیر ملکی مہمانوں کی شکلیں نہ دیکھ سکتا۔ ٹھہرو سنتے رہو.... ہاں اب انہیں کی طرف سے آرہا ہوں۔ کوئی چار ماہ پہلے کی بات ہے کہ لندن آفس سے مجھے اس اسکیم کی اطلاع ملی تھی.... ہمارے یہاں ایک خطرناک قسم کا غیر ملکی جاسوس قید تھا لیکن وہ دراصل برطانوی حکومت کا قیدی تھا۔ ایسا قیدی جس کے متعلق ابھی تک فیصلہ نہ ہو سکا تھا کہ وہ صحیح آدمی ہے بھی یا نہیں.... اس لیے اس کے مسئلے میں کافی رازداری برتی جارہی تھی اسکاٹ لینڈ یارڈ سے دو آدمی آنے والے تھے اسے لینے کے لیے.... اور ایک ایسا آدمی برما سے آنے والا تھا جو اس جاسوس کی شناخت کر سکتا۔ بہر حال لندن آفس سے مجھے اطلاع ملی کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے دونوں آفیسر والد صاحب کے مہمان ہوں گے اور جاسوس کی شناخت ہو جانے پر بہت خاموشی سے اسے اپنے ساتھ لندن لیجائیں گے۔ ایک دوسرا ملک بھی اس جاسوس میں دلچسپی لے رہا تھا۔ دراصل اس کے ایجنٹوں سے اس کے متعلق میرے ایجنٹوں کو معلوم ہوا تھا۔ اس ملک کے ایجنٹوں کی اسکیم یہ تھی کہ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے آفیسروں کو راستے ہی سے غائب کر دیں اور ان کے کاغذات پر قبضہ کر کے والد صاحب کے مہمان ہو جائیں۔ اور پھر جاسوس کو شناخت سے پہلے ہی اڑا ئیں۔ وہ دراصل اسی ملک کا جاسوس تصور کیا جاتا ہے جس کے ایجنٹ اڑا لے جانا چاہتے تھے۔ ہاں تو اس کے لیے انہوں نے بڑے پاپڑ بیلے تھے۔ ان دونوں آفیسروں کے ہمشکل تلاش کئے.... اور انہیں اس کام پر مامور کیا۔ مجھے لندن ہی کے آفس سے یہاں کی ایک لڑکی کا نام اور پتہ معلوم ہوا تھا جو اسی ملک کی ایجنٹ تھی۔ میں نے اس پر ڈورے ڈالے.... اسی سے کسی کبڑے کا علم ہوا.... جو ان دنوں شاید شہر میں موجود نہیں تھا۔ بہر حال میں نے صفدر اور خاور کو اس کی تلاش پر مامور کر دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ لڑکی محض ایک معمولی سی ایجنٹ ہے اور کسی دوسرے سے احکامات حاصل کرتی ہے جو کبڑے کے ذریعہ اس تک پہنچتے ہیں۔“

”مگر کبڑا بھی کوئی معمولی آدمی نہیں معلوم ہوتا۔“ بلیک زیرو نے کہا اور صفدر کی کہانی

دہرائی....!

"ہاں ہو سکتا ہے.... کئی چکر معلوم ہوتے ہیں۔ کئی ممالک کے جاسوس۔ گہری نظر رکھنی پڑے گی۔ اب یہ تم نے کسی ایسے آدمی کا بھی تذکرہ کیا ہے جس سے کبڑا بھی خائف ہے.... اسے بھی دیکھنا پڑے گا....."

"وہ بھی آسانی سے پہچانا جاسکے گا بڑی عجیب شکل ہو گی جناب.... پیشانی سے ناک تک چہرہ دو حصوں میں تقسیم ہے۔"

"یقین نہیں آتا۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "خیر دیکھا جائے گا۔ ہاں تو اس چکر میں آگئے تھے قبلہ والد صاحب! مگر چونکہ انہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے اس لیے سر پر چوٹ بھی کھانی پڑی اور مجنوں بھی بننا پڑا خیر.... ہاں تو وہ لڑکی ایک رات قتل کر دی گئی۔ مارتھا نام تھا.... لیکن اس کے قتل میں بھی کبڑے یا اس کے آدمیوں کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ وہ رقابت کی بنا پر قتل ہوئی تھی۔ پانچ آدمیوں پر شبہ ہے مجھے۔ ان میں سے ایک یقینی طور پر اس کا قاتل ہے.... خیر یہ پولیس کیس ہے.... اچھا اب سنو!"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور سوچنے لگا۔ بلیک زیرو نے کہا۔ "لیکن آپ کا معائنہ تو کئی اسپیشلسٹوں نے کیا تھا اور میری معلومات کے مطابق ان کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ آپ یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔"

"ترکیب نمبر پانچ۔" عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔ بس معائنے سے پہلے ایک چٹکی چڑھا لیتا تھا۔ میری اپنی دریافت ہے.... ایک پودے کی پتیوں پر پایا جانے والا بھورے رنگ کا سفوف جو تقریبا دو گھنٹے کے لیے عارضی طور پر ذہنی اور اعصابی اختلال میں مبتلا کر دیتا ہے۔

"کمال ہے جناب۔ اب سر کے زخم کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہی ہے...." عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔ "بہت کام کرنا پڑے گا۔ کہانی لمبی معلوم ہوتی ہے.... کبڑا میرے لیے ایک مستقل الجھن بنا ہوا ہے.... اچھا بھئی اب چلا....!"

* * *

یہ کہانی گھر میں ہر ایک کو معلوم ہو چکی تھی۔ اماں بی جیسی سنجیدہ عورت بھی بے ساختہ ہنس پڑی تھیں اور ثریا کا تو برا حال تھا اس طرح پیچ و تاب کھا رہی تھی جیسے عمران کی بوٹیاں ہی نوچ

ڈالے گی۔ اس کا کمرہ اب بھی مقفل ہی تھا۔ رحمان صاحب پہلے تو یہی سمجھے تھے کہ کسی نے کھول دیا ہوگا۔ لیکن پھر؟ بہر حال کمرہ کھولنے سے پہلے ہی انہیں بیگم صاحبہ کو مطمئن کرنا تھا۔

کمرہ کھولا گیا اور رحمان صاحب بوکھلا کر پیچھے ہٹ آئے۔ عمران سامنے ہی پڑا بے خبر سو رہا تھا۔ جتنی دیر میں کسی کو کچھ کہنے سننے کا ہوش آتا ثریا جھپٹ کر ٹھنڈے پانی کی بالٹی اٹھا لائی۔ پھر قبل اس کے کہ کوئی اسے روک سکتا.... وہ سوئے ہوئے عمران پر خالی بھی ہو گئی۔

"ہولی فادر...." عمران دہاڑتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ "اب اردو میں ارے باپ رے.... ہائیں!" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا.... پھر بولا۔ "میں کہاں۔ ارے اماں بی.... آداب.... اور ڈیڈی.... آداب آداب.... ثریا.... تین بار آداب.... میں یہاں کیسے؟"

"یادداشت واپس آ گئی نا؟" ثریا نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"بب بب بالکل!" عمران سردی سے کانپتا ہوا بولا۔ "سردیوں میں ٹھنڈا پانی پہلے مزاج پوچھتا ہے اور پھر یادداشت بھی واپس لے آتا ہے.... الحمد للہ....!"

"سور.... کہیں کا۔" رحمان صاحب آہستہ سے بڑبڑائے اور دوسری طرف چلے گئے....!

* * *

دوسری شام کو عمران نے دانش منزل سے رحمان صاحب کو رنگ کیا تھا اس کیس کے مختلف پہلوؤں پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر رحمان صاحب نے کہا۔ "آخر کبڑے کو کیوں روکا جائے۔ ان لوگوں نے اس بے چارے پر بھی تو ظلم کیا تھا۔"

"جی نہیں!" عمران نے جواب دیا۔ "محض ایک ڈرامہ تھا جو آپ کے لیے اسٹیج کیا گیا تھا۔ کبڑا خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے قیدی کو لے بھاگنے کی اسکیم تو بنائی تھی اور انہیں یقین تھا کہ وہ اس میں کامیاب بھی ہو جائیں گے۔ لیکن قیدی سے متعلق چند کاغذات کا مسئلہ پھر بھی باقی رہتا۔ کاغذات آپ کی تحویل میں تھے.... وہ آپ کو کبڑے کے مکان میں اسی لیے لے گئے تھے کہ کاغذات حاصل کر سکیں لیکن انہیں یقین نہیں تھا کہ آپ آسانی سے شکست تسلیم کر لیں گے۔ لہذا یہ پروگرام بنایا تھا کہ ناکامی کی صورت میں آپ کو کبڑے کے ساتھ قید کر دیں گے.... اور کبڑا آپ کا ہمدرد بن کر کاغذات کا سراغ پانے کی کوشش کرے گا وہ انتہائی مکار آدمی ہے۔"

"لیکن کبڑے نے قطعی طور پر زبان بند کرلی ہے....!"

"مشکل ہی سے قابو میں آئے گا....!" عمران نے کہا۔

"مگر تم اس کے مکان تک کیسے پہنچے تھے؟"

"آپ کی گاڑی کی ڈکی میں چھپ کر....!"

"کمرے سے کیسے نکلے تھے....؟"

"وہ.... اوہ.... اوہ....!" عمران ماؤتھ پیس میں ہکلایا۔ "ہائیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے.... مجھے.... شش شاید میں پھر سب کچھ بھولتا جارہا ہوں.... سلاما لیکم....؟"

اس نے سلسلہ منقطع کردیا....!

FINAL